ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور

نومبر 2017ء

شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام کا پیغام

حق پر ڈٹ جانا حسینیت اور طاقت سے سمجھوتہ یزیدیت ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا شبِ عاشور خصوصی خطاب

انسانی جان کی حرمت اور برما کے مسلمان

قرآن نسل انسانی کے تمام طبقات کیلئے مساوی ھے

حضرت سیدہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا کے حالاتِ زندگی

بچوں سے محبت انھیں پراعتماد بناتی ھے

سہ روزہ دورہ علوم الحدیث میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے علم و حکمت کے گوہر نایاب کی بارش

MSM کے یوم تاسیس کی تقریب سے قائدِ انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری خطاب کر رہے ہیں

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 24 شمارہ: 11 صفر ۔ ربیع اوّل ۱۴۳۹ھ / نومبر 2017ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور
فرح ناز
احمد نواز انجم
جی ایم ملک
منظور حسین قادری
سرفراز احمد خان
غلام مرتضیٰ علوی

ایڈیٹوریل بورڈ
نور اللہ صدیقی
محمد فاروق رانا
عین الحق بغدادی
محمد رفیق نجم

قلمی معاونین
ڈاکٹر شاہدہ نعمانی، ڈاکٹر سعدیہ نصر اللہ
رافعہ علی، عائشہ شبیر
راضیہ نوید

مینجنگ ایڈیٹر
صاحبزادہ محمد حسین آزاد

اسسٹنٹ ایڈیٹرز
نازیہ عبدالستار
ملکہ صبا

ناشر
علامہ محمد معراج الاسلام

کمپیوٹر آپریٹر
محمد اشفاق انجم

ٹائیٹل ڈیزائنر
عبدالسلام

فوٹوگرافی
محمود الاسلام قاضی

کتابت
محمد اکرم قادری

فہرس

اداریہ (صحت کا شعبہ، دعوے، زمینی حقائق)		3
شہادتِ امام حسینؑ کا پیغام	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
اخلاقِ حسنہ دین کی روح	علامہ محمد حسین آزاد	10
(شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب)		
حضرت سیدہ امِ ایمنؓ کے حالاتِ زندگی	محمد احمد طاہر	15
بچوں کی نفسیاتی تربیت	مسز فریدہ سجاد	18
تبصرۂ کتب (سیرت الرسول ﷺ)	نازیہ عبدالستار	22
انسانی جان کی حرمت اور برما کے مسلمان	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	25
گلدستہ (اقوال زریں حضرت امام حسینؑ)	ملکہ صبا	28
خصوصی ہدایات برائے میلاد مہم 2017ء		29
منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں		31

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر/چیک/ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

قیمت فی شمارہ -/35 روپے

سالانہ خریداری -/350 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-5168184

Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ. قَالُوْا یٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ. اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ. قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ. قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ.

(یوسف، ۱۲: ۱۰ تا ۱۴)

’’ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: یوسف (علیہ السلام) کو قتل مت کرو اور اسے کسی تاریک کنویں کی گہرائی میں ڈال دو اسے کوئی راہ گیر مسافر اٹھا لے جائے گا اگر تم (کچھ) کرنے والے ہو (تو یہ کرو)۔ انہوں نے کہا: اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوگیا ہے آپ یوسف (علیہ السلام) کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتے؟ حالاں کہ ہم یقینی طور پر اس کے خیر خواہ ہیں۔ آپ اسے کل ہمارے ساتھ بھیج دیجیے! وہ خوب کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم اس کے محافظ ہیں۔ انہوں نے کہا: بے شک مجھے یہ خیال مغموم کرتا ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور میں (اس خیال سے بھی) خوفزدہ ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس (کی حفاظت) سے غافل رہو۔ وہ بولے: اگر اسے بھیڑیا کھا جائے حالاں کہ ہم ایک قوی جماعت بھی (موجود) ہوں تو ہم تو بالکل ناکارہ ہوئے‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

لب پر ہے مصطفیٰ کے جو فرمان دیکھئے
قرآن کی قسم دل قرآن دیکھئے

پائے نبی سے بڑھ کیا اعزاز عرش کا
رب کے ہوئے ہیں خاص وہ مہمان دیکھئے

جلووں کا ان کے کیسے کوئی تذکرہ کرے
برق و شرار بھی یہاں حیران دیکھئے

اپنا حبیب بھی ہمیں حق نے عطا کیا
اس سے بڑا نہیں کوئی احسان دیکھئے

اللہ بھی ہے حامی و ناصر روشن روشن
ہر ایک مرحلہ یہاں آسان دیکھئے

طیبہ کی حاضری کے لئے دل ہے بے قرار
کب پورا ہوگا دل کا یہ ارمان دیکھئے

ہم عاصیوں کی لاج وہ رکھ لیں گے حشر میں
طاہر ہمارا ہے یہی ایمان دیکھئے

(طاہر سلطانی)

اداریہ

صحت کا شعبہ، دعوے، زمینی حقائق

8اکتوبر 2017ء کے دن قومی اخبارات میں ایک تصویر شائع ہوئی جس میں ایک مزدور کی بیوی نے رائے ونڈ تحصیل ہسپتال کے باہر بچے کو جنم دیا۔ مزدور کی بیوی کو ہسپتال انتظامیہ نے داخلے کی اجازت نہ دی اور بے عزت کر کے نکال دیا۔ مجبور خاندان کی منت سماجت بھی کام نہ آئی۔ اس افسوسناک اور خلاف انسانیت حرکت پر عوامی حلقوں کی طرف سے مذمتی بیانات کا طوفان ابھی تھمانہیں تھا کہ پنجاب اسمبلی کے سامنے اور لاہور کے قلب میں واقع گنگارام ہسپتال میں بھی وہی واقعہ پیش آ گیا جو رائے ونڈ میں پیش آیا یہاں بھی ایک غریب خاندان کی بیٹی نے ایم ایس کے دفتر کے باہر موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد بچے کو جنم دیا۔ یہ دو واقعات پنجاب پر 9 سال کسی وقفے کے بغیر حکومت کرنے والی اشرافیہ کی کارکردگی، گڈ گورننس اور خادمیت کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے کافی ہیں۔ اکتوبر کے وسط میں پنجاب کے نام نہاد خادم اعلیٰ اور 14 شہریوں کے نامزد قاتل کا بیان آیا کہ قوم کو اورنج انقلاب کی ضرورت ہے، قاتل اعلیٰ کا اورنج انقلاب یہ ہے کہ پنجاب کے عوام کے خون پسینے کی کمائی کو اورنج لائن، میٹرو بسوں، سٹیل کی پلوں کے عیاشی کے منصوبوں پر خرچ کیا جائے اور قوم کی بیٹیوں کو ہسپتالوں کے دروازوں پر دھکے پڑیں اور وہ سڑکوں پر بچوں کو جنم دینے پر مجبور ہوں۔ یہ دونوں واقعات اگر مغرب کے کسی ملک میں رونما ہوئے ہوتے تو وہاں کے عوام ایسے بدقماش حکمرانوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیتے۔ قاتل اعلیٰ پنجاب کا طریقہ واردات رہا ہے کہ جب بھی کوئی انسانی المیہ رونما ہوتا ہے تو وہ ایک دو کو معطل کر کے اور متاثرہ خاندانوں کو چند لاکھ کا چیک دے کر اپنی ناکامی پر پردہ ڈال دیتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ کا نظام چلتا رہتا ہے۔ شریف خاندان 35 سال سے پنجاب کی تقدیر کے سیاہ و سفید کا مالک چلا آ رہا ہے اور اب مسلسل 9 سال سے نام نہاد خادم اعلیٰ برسراقتدار ہیں، ان کی وسائل اور انتظامی امور پر مکمل گرفت ہے، ان کا دل چاہے تو وہ راتوں رات 300ارب کا اورنج لائن منصوبہ شروع کرنے کا حکم دے دیں یا بلاضرورت میٹرو بسوں کے ناپسندیدہ منصوبوں کا جال بچھانے کا حکم دے دیں، انہیں کوئی روکنے والا نہیں ہے، 9 سال کے مسلسل عرصہ اقتدار میں نام نہاد خادم کوئی ایک بھی ایسا ہسپتال نہیں بنا سکا جس کے دروازے غریب مریضوں پر ہر وقت کھلے رہیں اور انہیں فوراً علاج اور دوائی کی سہولت میسر آ سکے، ہم سب روز مرہ کسی نہ کسی شکل میں ہسپتالوں کے اندر سسکنے والی زندگی کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ کس طرح ہسپتالوں کی راہداریوں میں غریب اور بے بس مریض رسوا ہو رہے ہوتے ہیں، بغیر سفارش انہیں مفت ٹیسٹوں اور مہنگی ادویات کی سہولت میسر نہیں آتی' وزیراعلیٰ پنجاب ہر سال بجٹ کے موقع پر مفت ڈائیلسز، ہیپاٹائٹس سی کے علاج مفت ادویات کی فراہمی اور دیگر موذی امراض کے لیے جو کروڑوں روپے کے فنڈز رکھتے ہیں ان کا استعمال بھی وزیراعلیٰ ہاؤس سے آنے والی سفارشی چٹھی سے مشروط ہوتا ہے، زکوۃ اور خیرات کا پیسہ بھی خادم اعلیٰ اور اس کے حواریوں کی سفارش پر غریب مریضوں کو ملتا ہے۔ اگر پنجاب میں صحت کا کوئی شفاف نظام ہوتا اور گڈ گورننس نام کی کوئی چیز ہوتی تو غریب اور مجبور خاندانوں کی یہ دو بیٹیاں بے بسی کے عالم میں تماشا نہ بنتیں۔ صوبائی دارالحکومت میں وقوع پذیر ہونے والے یہ دو وہ واقعات ہیں جو میڈیا کے ذریعے منظر عام پر آ گئے۔ ذی شعور عوام بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ راجن پور، بہاولپور، ملتان، بہاولنگر، ڈیرہ غازی خان، بھکر کے اضلاع، تحصیلوں اور ٹاؤنز میں کیا حالات ہونگے؟۔ اس نوع کے درجنوں، سینکڑوں واقعات روزانہ کی

بنیاد پر رونما ہوتے ہیں جو میڈیا کی آنکھ سے پوشیدہ رہتے ہیں، نام نہاد خادم اعلیٰ نے اورنج لائن، میٹرو بسوں اور پلوں کو ہی انسانی بہبود اور ترقی کا نام دے رکھا ہے، پنجاب میں صحت کے شعبہ کے ساتھ جو ظلم کیا گیا اسے نرم سے نرم الفاظ میں بھی شرمناک کہا جائے گا۔ اقرباء پروری، کرپشن، بدانتظامی، بے حسی نے پنجاب کے ہسپتالوں کو موت کی وادیوں میں تبدیل کر رکھا ہے، انتہائی غریب مریض باامر مجبوری سرکاری ہسپتالوں کا رخ کرتے ہیں، معمولی سی مالی حیثیت والا مریض سرکاری ہسپتال کا رخ نہیں کرتا، کرپٹ خاندان کی کرپشن سے صحت کا شعبہ بھی محفوظ نہیں ہے۔ اس وقت پاکستان کا ہر دسواں آدمی ہیپاٹائٹس میں مبتلا ہے۔ صرف پنجاب میں ہیپاٹائٹس کے 2 کروڑ سے زائد مریض ہیں ابھی تک اس ضمن میں کوئی جامع سروے تک نہیں کروایا گیا، پاکستان ساؤتھ ایشیاء کا دوسرا بڑا ملک ہے جہاں ایڈز کے 94 ہزار مریض ہیں اور اس تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ہر چوتھا آدمی کسی نہ کسی ٹائپ کی شوگر میں مبتلا ہے۔ ایک سروے کے مطابق شوگر کے مریضوں کی مجموعی تعداد 38 ملین سے زائد ہے اور اکثریت کا تعلق پنجاب سے ہے، پاکستان کی 26 فیصد آبادی شوگر کے مرض میں مبتلا ہے۔ گردوں کے فیل ہونے کے سب سے زیادہ واقعات پنجاب میں رپورٹ ہو رہے ہیں۔ گردوں کی غیر قانونی پیوند کاری کے پنجاب میں 7 ہزار مراکز ہیں، سب سے زیادہ جعلی ادویات کی تیاری اور ترسیل پنجاب میں ہوتی ہے، صرف پنجاب میں ہر سال کینسر کے 2 لاکھ مریض سامنے آرہے ہیں اور پنجاب کے ہسپتالوں میں کینسر کے مریضوں کے علاج کے لیے 208 بیڈ اور 6 کنسلٹنٹ ہیں۔ صحت اور تعلیم کے دو شعبے ایسے ہیں جن کا براہ راست تعلق بنیادی انسانی حقوق اور انسانیت سے ہے اور ان دونوں شعبوں میں مکمل سہولیات کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے، مگر بدقسمتی سے ان دونوں شعبوں میں حکومتوں کے رویے سفاکیت پر مبنی ہیں، پنجاب میں صورت حال تو انتہائی ناگفتہ بہ ہے، پنجاب حکومت انسانی خدمت وضرورت کے ہر شعبے کو نجی شعبہ کے حوالے کر رہی ہے اور وزیراعلیٰ پنجاب خود کو اورنج لائن، میٹرو بس منصوبوں کے ایم ڈی تک محدود کر چکے ہیں، اکتوبر کے وسط میں وزیراعلیٰ پنجاب نے فخر سے اعلان کیا کہ انہوں نے 5 ہزار سرکاری سکول پرائیویٹ پبلک پارٹنر شپ کے تحت نجی شعبہ کے حوالے کر دیئے ہیں جو اس بات کا اعتراف ہے کہ حکومت اپنے بچوں کو تعلیم جیسی بنیادی ضرورت فراہم کرنے کے قابل بھی نہیں، اسی طرح 8 اپریل 2017ء کو ایک انکشاف سامنے آیا کہ شہباز حکومت نے لاہور سمیت 14 اضلاع کے بنیادی ہیلتھ مراکز کمپنی بنا کر نجی شعبہ کے حوالے کرنے کا معاہدہ کر لیا ہے، 9 سال تک بلاشرکت غیرے پنجاب پر حکومت کرنے والے ہیلتھ کے شعبے میں اتنا بھی نہ کر سکے کہ دیہات کی سطح پر قائم صحت کے مراکز اس قابل بنا دیئے جائیں جو غریب مریضوں کو بروقت طبی امداد مہیا کر سکیں اور اب صحت کے ان مراکز کو نجی شعبہ کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ وزیراعلیٰ پنجاب کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے لاہور کو دنیا کے ترقی یافتہ شہروں کے ہم پلہ بنا دیا ہے، 2 خواتین کو لاہور کے ہسپتالوں میں بیڈ نہ دیئے جانے کا المناک واقعہ اپنی جگہ مگر لاہور جیسے شہر میں سرکاری شعبہ کی طرف سے دستیاب صحت کی سہولتوں کے معیار کو جانچنے کیلئے 5 اپریل 2017ء کو سامنے آنے والی برطانوی ادارے ڈیپارٹمنٹ فار انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ کی رپورٹ کا مطالعہ کرتے ہیں اس رپورٹ کے مطابق لاہور کے 37 بنیادی مراکز صحت میں سے 25 میں لیبارٹری ٹیسٹ کی سرے سے کوئی سہولت موجود نہیں، 29 سنٹرز میں ایمبولینس موجود نہیں، 18 میں کسی قسم کی دوائی دستیاب نہیں، 20 سنٹرز میں بجلی کا کوئی متبادل سسٹم موجود نہیں، 15 سنٹرز میں پینے کے صاف پانی کا کوئی بندوبست نہیں، 11 سنٹرز میں خواتین کے لیے ٹوائلٹس کا کوئی بندوبست نہیں، 13 سنٹرز کی عمارت کی حالت انتہائی مخدوش ہے، ہیلتھ سنٹرز کی بعض عمارات پر قبضے ہیں۔ نام نہاد خادم اعلیٰ جب بھی لاہور کی ترقی کا دعویٰ کریں تو مذکورہ بالا حقائق ضرور اپنے پیش نظر رکھیں۔ (نوراللہ صدیقی)

شہادتِ امام حسینؑ کا پیغام

حق پر ڈٹ جانا حسینیت اور طاقت سے سمجھوتہ یزیدیت ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا شبِ عاشور پر خصوصی خطاب

رپورٹ: محمد اقبال چشتی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے مرکزی سیکرٹریٹ ماڈل ٹاؤن لاہور میں 9 محرم الحرام (1439ھ) مؤرخہ 30 ستمبر بروز ہفتہ کو منعقد ہونیوالی ''پیغام امام حسینؑ'' کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

واقعہ کربلا اور شہادت امام حسین ہمیں کیا پیغام دیتی ہے؟ امام عالی مقام کی شہادت کا فلسفہ کیا ہے؟ امام عالی مقام کی شہادت نے عالم اسلام اور عالم انسانیت کو کیا دیا؟ کیا فکر و سوچ عطا کی؟ یہ وہ تمام سوالات ہیں جو واقعہ کربلا اور خانوادۂ رسول کی مقدس ہستیوں کی شہادت اور سیدنا امام حسینؑ کی شہادت کے گرد گھومتے ہیں۔ واقعہ کربلا کے اندر دو قسم کے فلسفے اور سوچ آپس میں ٹکراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ دو فلسفے اور دو سوچیں کیا تھیں، انہیں سمجھنے کی اَشد ضرورت ہے تاکہ واقعہ کربلا صرف واقعہ کربلا نہ رہے بلکہ ایک اَبدی حقیقت کے طور پر سمجھ میں آجائے۔ حسین حسینیت کا روپ دھار چکے ہیں، اسی طرح یزید یزیدیت کا روپ دھار چکا ہے، واقعہ کربلا انہی دو سوچوں کا ٹکراؤ تھا ایک سوچ جو یزیدیت کے روپ میں تھی وہ آج بھی موجود ہے۔ وہ سوچ یہ تھی کہ طاقت ہی حق ہے، یعنی جس کے پاس طاقت ہے، اُسی کی پیروی کی جائے، اُسی کا ساتھ دیا جائے، اُس سے ہر صورت سمجھوتہ کیا جائے، اس سے بنائی جائے، بگاڑی نہ جائے، اُس کی تابعداری کی جائے، اُس کی معاونت کی جائے اور یوں اس کی تائید کرکے اور اس کی تائید لے کر زندہ رہا جائے۔

اس سوچ کے ساتھ امام حسینؑ کی سوچ کا ٹکراؤ تھا۔ اُن کی سوچ تھی کہ طاقت ہی حق نہیں ہے بلکہ حق ہی طاقت ہے، یعنی طاقت کی پرستش نہ کی جائے، طاقت کا ساتھ نہ دیا جائے، حق کا ساتھ دیا جائے، حق کا ساتھ دیتے ہوئے اگر طاقت آپ کو کچل بھی دے تو آپ پھر بھی زندہ و جاوید ہیں۔

ان دو فلسفوں کے ٹکراؤ نے یہ بات امت مسلمہ کو اور عالم انسانیت کو سمجھائی کہ واقعہ کربلا کے نتیجے میں سیدنا امام حسینؑ شہید ہوگئے، اور یزید نے اپنا تخت بچا لیا، حالانکہ ابھی کوئی مسلّح جنگ نہیں تھی، کوئی بغاوت کی صورت ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی، یہ تو پُر امن قافلہ تھا جو کوفہ کی طرف رواں تھا، اور صرف خاندان کے لوگ تھے۔ مگر واقعہ کربلا کے نتیجے میں امام حسینؑ اور خانوادۂ رسول ﷺ سب شہید ہوگئے، یزید کا تخت بچ گیا، کربلا کا فلسفہ یہ ہے کہ حسینؑ شہید ہو کر بھی زندہ ہوگئے اور یزید تخت بچا کر بھی مردہ ہوگیا، حسینؑ نیزے کی نوک پر چڑھ کے بھی جیت گئے اور یزید تخت پر براجمان ہو کر بھی ہار گیا۔ گویا امام حسینؑ نے جیت اور ہار کا مفہوم بدل دیا۔

یزید ظلم و بربیت کا نام تھا، اور حسینؑ انسانیت کا استعارہ تھے، یزید خیانت تھا، حسینؑ امانت تھے، یزید ظلم تھا، سیدنا حسینؑ عدل تھے، یزید جبر تھا، سیدنا حسینؑ صبر تھے، یہ ظلم و عدل اور صبر کا مقابلہ تھا، یزید سراسر جفا تھا، حسینؑ سراسر وفا تھے، یزید مطلق العنانی کا نام تھا، حسینؑ مساوات ایمانی کا نام ہے۔ یہ دو کردار تھے، یزید باطل کردار کا نام ہے، حسین حق کے کردار کا

یزید نے آپ ﷺ کی سنت پر قائم خلافت کو بدل کر کرپٹ بادشاہت و آمریت کی بنیاد رکھی، لوگوں سے اختلاف رائے کا حق چھین لیا، اہل مدینہ نے امام حسینؓ کی شہادت پر احتجاج کیا تو یزیدی سپاہ نے مدینہ پر چڑھائی کر دی

نام ہے۔ اس لیے جبر و ظلم، خیانت، کرپشن، بربریت، دہشتگردی اور خونریزی کی طاقت یزیدیت بنی اور صبر، جرأت، عدل کا کردار، امن کی خوشبو حسینیت انسانیت کا زیور بنی۔ یزید سراسر بے حیائی اور لوٹ مار کا نام تھا، حسین علیہ السلام سراسر تقوی اور ایثار کا نام تھا۔

یہ ذہن میں رکھ لیں کہ یزید سراسر کرپشن ہے اور اُس کی کرپشن کی تین Dimentions تھیں: یزید سیاسی، مالی، اور اخلاقی کرپشن کا بانی بنا۔ اسلامی تاریخ سے انحراف کرتے ہوئے اُس نے سیاسی کرپشن کی بنیاد رکھی۔ اُس نے نظامِ خلافت اور خلافتِ راشدہ جو کہ سیرتِ مصطفیٰ کا عملی نظام تھا اس کی اَقدار کو پامال کیا۔ اگر آپ سیرت مصطفیٰ ﷺ اور سنت مصطفیٰ ﷺ اور تعلیمات مصطفیٰ ﷺ یہاں تک کہ قرآن وسنت کو عملی نظام کی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں تو خلافتِ راشدہ کو دیکھ لیں، یزید نے اُس خلافتِ راشدہ کی قدروں کو پامال کیا اور اُسے بدترین ملوکیت، انتہائی سفاک، کرپٹ آمریت اور ریاستی دہشتگردی سے بدل دیا۔ جہاں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دریائے دجلہ کے کنارے بھوک سے مرنے والے بکری کے بچے کی بھی فکر تھی وہاں خانوادۂ رسول ﷺ کے مقدس نفوس کچل دیئے گئے۔

امام حسین علیہ السلام خلافتِ راشدہ کی سوچ کے وارث تھے، اُن اقدار کے محافظ تھے، اُن اقدار کو Re-enforce کرنا چاہتے تھے، اُن کو تمکّن دینا چاہتے تھے اور اُس سوچ پر مبنی امت کا مستقبل سنوارنا چاہتے تھے۔ یزید نے خلافت راشدہ اور نظام رسالت کی تمام قدروں کو پامال کر کے بدترین کرپٹ اور سفاک آمریت کے نظام کو رائج کیا، جس کے نتیجے میں اُس نے اوپر سے لے کر نیچے تک خاندانی بادشاہت قائم کی۔ یزید کا وطیرہ تھا کہ اس نے جتنے بزرگ، باکردار، پختہ، اچھی سیرت والے، عمر رسیدہ و تجربہ کار، دیانت دار، ایماندار افراد جن جن مناصب پر فائز تھے اُن سب کو اُن کے عہدوں سے ہٹا دیا اور اپنے خاندان کے لونڈوں کو اُن کے مناصب پر بٹھا دیا اور اپنا حلقہء احباب ہر جگہ پر قائم کیا۔ یعنی آقا ﷺ نے جو سیاست اپنی امت کو اپنی سنت اور ریاست مدینہ اور خلافت راشدہ کی صورت میں عطا کی تھی اُس نے اُس سیاست کا کلچر بدل دیا حالانکہ آقا ﷺ نے فرمایا: علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین: یعنی میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر چلنا ہے، یزید نے آپ ﷺ کی سنت پر قائم خلافت کو بدل کر کرپٹ بادشاہت و آمریت کی بنیاد رکھی۔ یہ اس کی سیاست تھی۔ اُس نے اپنی کرپٹ سیاست کے دوران لوگوں سے اختلافِ رائے کا حق چھین لیا حالانکہ اپنے حق کی خاطر احتجاج کرنا معاشروں میں ایک جمہوری طریقہ ہے، اُس نے احتجاج کا حق بھی چھین لیا۔

یہاں تک کہ واقعہ کربلا اور شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد اہلِ مدینہ نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر احتجاج کیا اور یزید نے افواج بھیج کر مدینہ طیبہ کو تاخت و تاراج کر دیا اور نہ صرف مدینہ منورہ پر قبضہ کیا بلکہ مسجد نبوی پر بھی قبضہ کر لیا اور اپنے گھوڑے، اونٹ اور خچر باندھ دیئے۔ تین دن تک مسجد نبوی میں اذان، جماعت اور نماز معطّل ہوگئی۔ اس واقعہ پر مؤرخین، محدثین اور اسلام کی پوری تاریخ میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ کسی غیر معتبر اور چھوٹے درجے کے مؤرخ اور امام کا بھی اس واقعہ پر اختلاف نہیں ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ جب اُس نے اپنی افواج کو بھیجا تو اُنہیں کہہ کر بھیجا کہ تین دن تک مدینہ تمہارے اوپر حلال ہے، مباح ہے تم جو چاہو کرو، قتل عام کر دو، لاشیں گرا دو، خون کے دریا بہا دو، عزتیں لوٹ لو، جو چاہو کرو میں تم پر مباح کرتا ہوں۔ اس واقعہ میں بہت سے صحابہ، تابعین اور صحابیات شہید ہوئے اور تمام شہداء کا پورا ایک خطہ جنت البقیع میں ہے۔

شہرِ مدینہ کی حرمت پامال کرنے کے بعد اس نے اہل مکہ کی طرف رُخ کیا اور وہاں کے باسیوں پر اپنی افواج دوڑائیں اور مکہ معظّمہ کو تاخت و تاراج کیا۔ کعبۃ اللہ کی بے حرمتی کی اور منجنیق کے ذریعے کعبۃ اللہ پر تیر برسائے اور آگ لگائی۔ اس نتیجہ میں کعبۃ اللہ کا نہ صرف غلاف جلا بلکہ کعبۃ اللہ کا بہت سارا حصہ جل گیا۔ جب کعبۃ اللہ جل رہا تھا تو اُس وقت یزید دمشق سے ہدایات دے

یزید نے خلافت راشدہ کی قدروں کو پامال کیا، سیدنا فاروق اعظمؓ کو دریائے دجلہ کے کنارے بھوک سے مرنے والے بکری کے بچے کی فکر تھی، یزیدی آمریت میں خانوادہ رسول ﷺ کے مقدس نفوس کچلے گئے

رہا تھا،اس کی فوج جب کعبۃ اللہ جلا رہی تھی اُسی دوران اس کی فوج کے کمانڈر کو درد اٹھا اور اسی دوران مرکر واصل جہنم ہوا۔ اسی دوران یزید نے نئے کمانڈر کی تعیناتی کی۔

بعض لوگوں کا خیال اور مغالطہ ہے کہ شاید یزید نے توبہ کر لی ہو، ایسے گمان کا احتمال بھی ناممکن ہے، وہ تو کعبۃ اللہ کو آگ لگوا رہا تھا، ایسے بدبخت کو اللہ کبھی توبہ کی توفیق نہیں دیتا اور اس کی توبہ قبول ہی نہیں ہوتی۔ یہ اس کی سیاسی کرپشن اور سفاک ملوکیت تھی جس کے سبب اُس نے پہلی صدی کے آخری حصہ میں اسلامی کلچر کو تبدیل کر دیا تھا اور اس تبدیلی کا ذکر آقا ﷺ نے اپنی احادیث کے اندر فرمادیا تھا۔

یزید کی دوسری کرپشن اس کی مالی کرپشن تھی جس کی اس نے بنیاد رکھی۔ خلافت راشدہ کے دوران تو ایک عام آدمی بھی کھڑا ہو کر پوچھ سکتا تھا کہ آپ نے یہ نئے کپڑے کہاں سے لئے ہیں؟ اس وقت تو یہودی مقدمہ دائر کر سکتا تھا کہ یہ زرہ میری ہے، تو سیدنا علی ؓ وقت کے امیر المؤمنین ہونے کے باوجود جج کی عدالت میں پیش ہوتے تھے اور گواہ نہ ہونے کی وجہ سے فیصلہ سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کے خلاف آیا۔ جہاں عدل و انصاف کا نظام آقا ﷺ نے اپنی امت کو عطا فرمایا تھا اور اس پر عمل درآمد کو یقینی بنایا، وہاں یزید کے دور میں قومی اور سرکاری خزانہ ذاتی عیاشیوں کی نذر ہو گیا تھا۔ شہنشاہانہ انداز سلطنت تھا، عیاشی کی زندگی تھی۔ اُس نے قومی خزانے کو اپنی عیاشی، امارت، شہنشاہیت اور بادشاہت کی خاطر بے دریغ لوٹایا۔

اس کی تیسری کرپشن اخلاقی کرپشن تھی کہ اس نے دینی و اسلامی اقدار کو مٹا دیا اور بے حیائی کو عام کیا۔ اپنے محل میں بے حیائی اور حدودِ الٰہیہ کو توڑنے کا رواج یزید نے دیا۔ یزید وہ پہلا شخص تھا جس نے بدکاری اور بے حیائی کو رواج دیا۔

اِن تین اَقسام پر مشتمل کرپشن اور پورے نظام کے مجموعے کا نام یزیدیت ہے۔ یہ پورا نظام یزیدیت کی شکل میں آج بھی موجود ہے۔ جس کی طرزِ زندگی، طرزِ حکمرانی اور طرزِ سلطنت میں ان چیزوں کی جھلک نظر آئے وہ اپنے دور کا یزید ہے اور جو اِن پلیدیوں سے ٹکرائے وہ اپنے دور کا غلامِ حسین ہے۔ وہ اپنے دور کا حسینیت کا پیروکار، حسین کا وفادار اور حسین کے لشکر کا ایک سپاہی ہے جو اپنے دور کے یزید اور اپنے دور کی یزیدیت کو للکارے اور ٹکرائے۔ یزید نے انسانی حقوق کا قتل عام کیا، انسانی آزادیوں، اَخلاق وشرافت کی اقدار، دین اور اَحکامِ شرع، نظامِ احتساب اور عدل وانصاف کا قتل عام کیا، سارے نظام کو اپنی حرص اور ہوس کی بھینٹ چڑھا دیا۔ یزید نے ساری سلطنت کا نظام اپنی ذاتی خواہش کے نام کر دیا۔ یہ باقیاتِ یزیدیہ ہیں۔

یہاں ایک قابلِ غور بات یہ ہے کہ آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، وَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ.

فرمایا کہ تم میں سے جو شخص برائی کو (ظلم، بے حیائی، لوٹ مار، کرپشن، دینی حدود کی خلاف ورزی) کو دیکھے تو اُس پر فرض ہے کہ وہ اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اس کو روکے اور اس نظام کو بدلنے کی کوشش کرے، (وہ نظام جو بدی، بے حیائی، لوٹ مار، حرام پر قائم ہے اُس کو بدل دے۔

اس حدیث میں آقا ﷺ نے تین معیار قائم فرمائے، اُن میں سے یہ پہلا معیار ہے۔ یہ معیار آئیڈیل ہے اور یہ اسی کو نصیب ہوتا ہے جس کے من میں حسینیت ہو۔ جب حسینیت کسی کے مَن میں داخل ہو جائے تو اس میں بزدلی، بے حسی، بے ضمیری، بے غیرتی، ڈر خوف اور مصلحت نہیں رہتی۔ پھر وہ کمزور بھی ہو تو دنیا کا طاقتور ترین شخص ہوتا ہے، کیونکہ اُس کی طاقت اپنی نہیں ہوتی، اس کی طاقت حسین ؑ اور فکرِ حسین سے ہوتی ہے۔

پھر آقا ﷺ نے اپنی امت کے کمزور لوگوں کو جانتے ہوئے خیال فرمایا کہ ہر کوئی یزیدیت سے ٹکرا نہیں سکتا تو فرمایا: فإن لم يستطع فبلسانه : دوسرا معیار یہ ہے کہ اگر کوئی ٹکرانے کی ہمت و جرأت نہ رکھے تو زبان سے للکارے، یا منع کر دے۔ یہ دو پیمانے دیئے۔ یا زبان سے اُس کی مذمت کرے، اور اس کا ساتھ نہ دے۔

آقا ﷺ نے اپنی امت میں سے ہر زمانے کے لوگوں کی کثیر تعداد کی رعایت فرمائی جو یزیدی طاقت کے ساتھ ٹکرانے کا کلیجہ نہیں رکھتے اور اُن کا بھی خیال کیا۔ پھر تیسرا درجہ اور تیسرا پیمانہ آقا ﷺ نے بیان فرمایا کہ کئی اس سے بھی کمزور دل لوگ ہوں گے،ان کی زندگی میں مفاد زیادہ طاقتور ہوگا اور حق کہنے سے ڈریں گے، آقا ﷺ نے سوچا وہ بھی تو میری امت میں ہی ہوں گے، اُن کا خیال کرتے ہوئے فرمایا: فبقلبه: اگر زبان سے بھی للکار نہ سکو، مذمت نہ کرسکو اور ڈر ہو کہ کہیں کوئی مصیبت نہ پڑ جائے، اور زباں سے بھی کلمہ حق ادا نہ کرسکو تو تیسری گنجائش دے دی کہ پھر دل سے نفرت کرے مگر کسی حال میں ان کا ساتھ نہ دے۔ نفرت کرے، اُن کی نوکری و غلامی کرے، اُن کی وفاداری وتابعداری نہ کرے۔ میری نظر میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ظاہر میں بڑے دیندار اور متقی پرہیز گار معلوم ہوتے ہیں، ان کے لئے آقا ﷺ نے فرمایا اگر تم زبان سے کچھ کہہ نہیں سکتے تو ٹھیک ہے مگر دل سے نفرت کرو ان کی پارٹی نہ بنو، اُن سے الائنس نہ کرو، اور دل سے نفرت کرنے کو فرمایا: ذلك أضعفُ الإيمان : یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ آقا ﷺ نے اس تیسرے معیار کو ایمان کا کمزور ترین درجہ قرار دیا مگر ایمان کے دائرے میں رکھا اور ایمان سے خارج نہیں کیا۔

اس سے اگلا Step کیا ہے؟ یعنی چوتھا سٹیپ یہ ہے کہ اُن کے ساتھ مل جانا، یہ ایمان سے خارج ہونیوالا عمل ہے، یعنی ظلم و جبر کا ساتھ دینا یہ أضعف الإيمان سے بھی نیچے ہے۔ اب میری سمجھ میں نہیں کہ کمزور ترین ایمان کی حالت کے بعد ایمان کی کونسی قسم باقی رہ جاتی ہے جس کو داخلِ ایمان سمجھیں گے۔ شرعی، اعتقادی، اصولی اور فنی بحث وتمحیص سے قطع نظر عملی ایمان کی شکل میری سمجھ میں نہیں آتی۔ دورِ یزید میں کچھ لوگ یزید اور یزیدیت کے نظام سے خوفزدہ ہو کر اُس کے مؤید بنے، وہ کوفہ اور دمشق میں تھے، مفاد کے لیے یا خوفزدہ ہوکر یزید کے ساتھ ہوگئے۔ اس کے علاوہ بھاری اکثریت دو پوزیشنز میں رہی فبلسانه یا فبقلبه۔ بھاری اکثریت یا تو زبان سے برا جانتی تھی یا دل سے برا جانتی تھی۔

امام حسین ؑ کی انفرادیت کیا ہے؟ امام حسین ؑ نے کونسا انوکھا کام کیا کہ اپنا پورا خانوادہ دین کے لیے قربان کروا دیا، ایک درجہ مظلومیت کا ہے جس میں شہادتیں ہوئیں، یہ سارے Aspects اپنی اپنی جگہ مگر ان سارے حقائق سے ہٹ کر ایک دوسری انفرادیت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ امت کی بھاری اکثریت فبلسانه (اپنی زبان کے ساتھ) کے درجے میں گئی یا فبقلبه (اپنے دل کے ساتھ) کے درجے میں گئی مگر سیدنا امام حسین ؑ فليغيّرهُ بيده (اپنے ہاتھ سے تبدیل کرے) کے مقام پر فائز ہوئے۔

کئی لوگ اس عمل کی تائید کر کے فبلسانه کے درجے میں آ گئے اور بہت سے لوگوں نے رخصت، مصلحت اور خاموشی کا راستہ اختیار کیا اور فبقلبه کے درجے میں آ گئے مگر امام حسین ؑ نے عزیمت کا راستہ اختیار کیا۔ جو بات میں سمجھانا چاہ رہا ہوں وہ یہ کہ رخصت کا راستہ امام حسین کے لیے جائز تھا مگر عزیمت کا راستہ افضل تھا۔ سیدنا امام حسین ؑ جائز کرنیوالوں میں نہیں بلکہ افضل کرنیوالوں میں ہیں۔ جائز عمل میں کوئی فضیلت نہیں ہوتی، جائز جائز ہوتا ہے اُس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا مگر اُس پر عمل کرنیوالے کے لیے فضیلت نہیں ہوتی، جبکہ امام حسین ؑ ساری فضیلتیں سمیٹ گئے۔ قرآنِ مجید نے بھی اضطرار کی حالت میں رخصت و خاموشی کی اجازت دی ہے ارشاد فرمایا:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ

پھر جو شخص سخت مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (زندگی بچانے کی حد تک کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں۔ اضطرار کی حالت میں اجازت ہوتی

یزید نے اوپر سے لے کر نیچے تک خاندانی بادشاہت قائم کی، دیانت دار، ایماندار افراد کو ہٹا کر ان عہدوں پر اپنے خاندان کے لونڈوں کو بٹھا دیا ہر جگہ اپنا حلقہ احباب قائم کرلیا

ہے مگر امام حسین ؑ صاحبِ اجازت نہیں بلکہ صاحبِ فضیلت ہیں۔اجازت کا طریقہ بہت سے لوگوں نے اپنایا مگر فضیلت کا طریق صرف امام حسین ؑ کے حصے میں آیا۔ یہ راہِ عزیمت تھی جو امام حسین نے اپنائی۔یہی وجہ ہے کہ شہادت امام حسین ؑ کی یہ اہمیت ہے۔اس معاملے میں بڑی بڑی شخصیات رخصت واجازت پر رہی ہیں، اُن کی شہادتوں اور اُن کی تاریخ کا کسی کو علم نہیں ہے، اُن کے مراتب اپنی اپنی جگہ پر بلند ہیں، مگر سیدنا امام عالی مقام کی شہادت اتنی معروف ہے جیسا کہ سیرت رسول ﷺ معروف ہے۔ یہ ذکر قیامت تک مٹ نہیں سکتا۔اس کی نشاندہی آقا ؑ نے خود فرمائی، صحیح بخاری میں روایت ہے، سیدنا ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ:

یزید کے حکم پر کعبۃ اللہ پر تیر برسائے گئے، آگ لگائی گئی، کعبۃ اللہ کا غلاف اور بہت سارا حصہ جل گیا، بعض لوگوں کا مغالطہ ہے کہ شاید یزید نے توبہ کر لی تھی یہ درست نہیں ایسے بد بخت کو اللہ توبہ کی توفیق نہیں دیتا

حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وِعَاءَيْنِ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُومُ.

میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو تھیلے علم حاصل کیا ہے۔ایک کو میں نے لوگوں کو پھیلا دیا ہے جب کہ دوسرے کو اگر میں ظاہر کروں تو یہ گلا کاٹ ڈالا جائے۔

یعنی دو اَقسام کے علم میں نے آقا ؑ سے حاصل کئے، ان علوم میں سے ایک قسم کا علم وہ ہے جو میں لوگوں کو بیان کرتا ہوں اور بیان کر دیا ہے، جن میں شریعت کے احکامات اور مسائل شریعہ ہیں اور ایک دوسری قسم کا علم ہے جسے اگر میں بیان کر دوں تو میرا سر قلم کر دیا جائے گا، یعنی دوسری قسم کا علم میں نے پبلک میں بیان نہیں کیا۔علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں کہ اس دوسری قسم کے علم میں یہ علم بھی شامل ہے کہ آپ ﷺ کے دور کے بعد آنیوالے وقت میں بڑے بڑے بدترین آمر حکمران آنیوالے تھے، اُن کے نام بھی حضور ؑ نے سیدنا ابو ہریرہؓ کو بتا دیئے تھے کہ آنیوالے زمانوں میں کتنے بدترین اور بدکردار آمر اور مطلق العنان، جابر اور قاتل حکمران آئیں گے اُن امرائے سوء کے نام بھی بتا دیئے تھے۔

امام عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ اِسی علم میں سے یہ بھی تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ یہ کہا کرتے تھے:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ رَأْسِ السِّتِّيْنَ وَإِمَارَةِ الصِّبْيَانِ۔

”میں ساٹھ ہجری کے شروع ہونے اور نو عمر چھوکروں اور لونڈوں کی حکمرانی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں“۔ 61 ہجری کا سن امام حسین ؑ کی شہادت کا سن ہے اور ساٹھ ہجری میں یزید تختِ حکومت پر بیٹھا اور اس کی حکومت وسلطنت ساٹھ ہجری میں شروع ہوئی اور وہ جوان تھا، آقا ؑ کی اس حدیث کے تحت سیدنا ابو ہریرہؓ نے ساٹھ ہجری کے شروع ہونے سے پناہ مانگی۔امام عسقلانی کہتے ہیں:

ويشير إلى خلافة يزيد بن معاوية۔

”یعنی سیدنا ابو ہریرہ ساٹھ ہجری میں یزید کی حکومت کی ابتداء سے پناہ مانگتے تھے“۔جب یزید تخت نشین ہوا تو ساٹھ ہجری کا سن تھا اور اللہ تعالی نے حضرت ابو ہریرہ ؓ کی دعا کو قبول کیا اور یزید کی حکومت شروع ہونے سے ایک سال قبل اُن کی وفات ہوگئی۔

آج کا دور بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جب دینِ اسلام پر حملہ ہو اور اِسلام کی اَقدار کو پامال کیا جا رہا ہو تو ایک مسلم پر یہ بات فرض ہوتی ہے کہ وہ امام حسین ؑ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے راہِ عزیمت اختیار کرے اور اگر اسلامی اَقدار کو بچانے کی خاطر اپنی جان، مال وزر اور اولاد کی قربانی بھی دینا پڑے تو بلا خوف وخطر ان چیزوں کی قربانی دے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں صحیح مفہوم کے ساتھ امام حسین ؑ کی پیروی اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیوں کو بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆☆☆

اخلاقِ حسنہ دین کی روح

نفس کا تزکیہ
قلب کا تصفیہ

خصوصی خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری (دوسری قسط)

علامہ محمد حسین آزاد

جسم اور روح کا تعلق

اخلاق اور خلق حسن کا معنیٰ سمجھنے کے بعد اس کے مراحل کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ نفس کا تزکیہ ہوتا ہے پھر قلب کا تصفیہ ہوتا ہے، پھر باطن کا تخلیہ ہوتا ہے یعنی میل کچیل سب گندی چیزوں اور خصلتوں کو نکال کر اس سے باطن کو خالی کر دینا۔ تخلیہ کے بعد پھر تحلیہ ہے، جب خصلتیں نکل جائیں تو اس کے اندر اللہ کے اخلاق اور ملائے اعلیٰ کے اخلاق کو ڈال دینا، یہ تحلیہ ہو جاتا ہے۔ اور جب تخلیہ کے بعد تحلیہ ہو جائے تو پھر تجلی نصیب ہوتی ہے۔ یعنی جب عالم بالا کی پاک خصلتیں آ جائیں تو پھر اللہ تجلی کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ. (الأعراف، ۷: ۱۴۳)

''پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر (اپنے حسن کا) جلوہ فرمایا''۔

تجلی سے پہلے یہ مراحل تزکیہ وتصفیہ اور تخلیہ وتحلیہ کے ضروری ہیں ان سے اخلاق سنور جاتے ہیں۔ جب اخلاق ایسے عمدہ ہو جائیں اور ظاہر و باطن اتنا پاکیزہ ہو جائے تو پھر وہ اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اپنا نور ڈالے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا:

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ. ''اور اس پیکر (بشری کے باطن) میں اپنی (نورانی) پھونک دوں''۔ (الحجر، ۱۵:۲۹)

پھر وہ جب نور ڈالتا ہے اس کو تجلی کہتے ہیں۔ پھر جب تجلی ہونے لگتی ہے تو درجے بلند ہوتے ہیں اور جب اللہ کی تجلی بار بار ہوتی ہے پھر تدنی ہوتی ہے۔ تدنی کے بعد تدلی ہوتی ہے۔ تدلی کے بعد پھر ترقی ہوتی ہے، ترقی کے بعد تولی ہوتی ہے، پھر وہ کہتا ہے یہ جو بندہ جا رہا ہے یہ دیکھتا میری آنکھوں سے ہے، یہ سنتا میرے کانوں سے ہے، یہ بولتا میری زبان سے ہے، یہ پکڑتا میرے ہاتھ سے ہے، یہ چلتا میرے پاؤں سے ہے۔ دیکھنے میں بندہ ہے۔ دیکھنے میں فرشی ہے مگر اس کے اندر ایک عرش چلا جا رہا ہے۔ یہ کیفیت ہوتی ہے۔ لہذا اخلاق صرف ایک دو عادتوں کے بدلنے کا نام نہیں ہے۔ یہ complete change ہے، یہ پورا انقلاب ہے۔

ہمارے مشن کا عنوان ہے انقلاب۔ انقلاب باطن میں بھی آتا ہے اور ظاہر میں بھی۔ یہ دس روز باطنی انقلاب کے لیے ہوتے ہیں۔ اگر خلق حسن اور خلق جمیل کامل ہو جائے تو باطنی انقلاب بھی آ گیا اور بندہ اللہ کا ولی ہو گیا، اس کا نام ولایت ہے۔ دین کے اندر اس حسن اخلاق کی اور اس تزکیہ اور تصفیہ باطن کی جس کے ذریعے بندے کی خصلتیں بدل جائیں، بندے کی طبیعت بدل جائے اب طبیعت اور فعل اور عمل اس میں ایک فرق ہے۔

مثلاً آپ نماز پڑھتے ہیں، آپ ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہیں، پھر آپ ہاتھ باندھ لیتے ہیں۔ ہم حنفی ہیں ہم نیچے ہاتھ باندھتے ہیں کچھ ہمارے احباب اوپر سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں۔ کچھ ہمارے دوست ہاتھ کا ارسال کرتے ہیں یعنی کھلا رکھتے ہیں۔

یہ اپنے اپنے فقہی مذہب کے مطابق قیام کی شکلیں ہیں۔ پھر آپ رکوع کرتے ہیں۔ رکوع کے بعد قومہ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر سجدے میں جاتے ہیں، پھر اٹھتے ہیں، قعدہ کرتے ہیں، بیٹھتے ہیں، پڑھتے ہیں، رکعتیں پوری کرنے کے بعد پھر سلام پھیرتے ہیں۔ یہ سارا جو کچھ کرتے ہیں ان کو حرکات یا انتقالات کہتے ہیں۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے باندھ لیے، یعنی آپ اپنی پہلی حالت کو بدلتے جارہے ہیں، حرکت کر رہے ہیں۔ جھک گئے، پھر زمین پہ سجدے میں چلے گئے، پھر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے پڑھا آخر میں دائیں بائیں سلام پھیر دیا۔ یہ ساری مختلف قسم کی جسمانی حرکات، انتقالات اور افعال ہیں۔ ان تمام افعال کو جمع کر دیں اُس میں پڑھنا بھی شامل ہے، قرات بھی ہے، تسبیح بھی ہے، رکوع، سجود اور قعود میں جو پڑھا جاتا ہے وہ سب شامل ہیں۔ یہ سب ملا دیں تو اس کو نماز کہتے ہیں۔

یہ نماز کا جسم ہے۔ یہ جتنی چیزیں میں نے بیان کیں تکبیر تحریمہ، قیام، رکوع، تسبیح، قومہ، سجود، قعدہ، تسلیم ساروں پر بار بار ذہن کو دوڑائیں اور میں سوال یہ کر رہا ہوں کہ کیا ان ساروں میں کہیں لفظ آپ نے سنا کہ اس حرکت کا نام خشوع ہے؟ اس انتقال کا نام خضوع ہے، اس انتقال کا نام صدق اور اخلاق ہے، اس کا نام اللہ کے حضور انکساری ہے، اس انتقال اور حرکت کا نام اللہ کے حضور رقت ہے، رجوع الی اللہ ہے، قلبی رغبت ہے، توجہ الی اللہ ہے۔ کوئی نام آیا؟ اس سے کیا پتہ چلا؟ پتہ یہ چلا کہ یہ جو ساری چیزیں جو پہلے گنیں یہ ایک اور مضمون ہے اور جو ساری چیزیں میں نے سوال میں آپ سے پوچھیں یہ کوئی اور مضمون ہے۔ یہ ساری چیزیں جو بعد ازاں پوچھیں یہ نماز کی روح ہیں۔

اب آپ کو میں نے مثال پہلے دے دی ہے ایک جسم ہے اور ایک روح ہے۔ اب اُسی مثال کو لے کے آگے چلیں تو نماز کا بھی ایک جسم ہے اور ایک روح ہے۔ یہ جتنے ارکان ہیں، واجبات ہیں، مستحبات ہیں، جتنے انتقالات ہیں، جتنی ہماری نماز کی حرکات ہیں یہ نماز کا جسم ہیں۔ ان میں ایک بھی روحِ صلوٰۃ نہیں ہے۔ یہ سارے مل کر نماز کے جسم کو مکمل کرتے ہیں۔ جیسے بازو کٹ جائے تو جسم نامکمل ہو جائے گا، ٹانگیں کٹ جائیں تو جسم نامکمل ہو گیا، کان ناک کٹ گیا تو جسم نامکمل ہو گیا، دھڑ ناقص ہو جاتا ہے۔ اس طرح ان میں سے کوئی رکن، کوئی فعل، کوئی حرکت اگر رہ جائے تو نماز کا جسم ناقص ہو جائے گا، نامکمل ہو جائے گا۔

یہ سارے افعال ملا کر نماز کا جسم بنتے ہیں اور جسم کبھی زندہ نہیں ہوتا روح کے بغیر۔ روح پڑے تو جسم زندہ ہوتا ہے۔ جب انسان کی death ہوتی ہے تو کتنا فرق پڑتا ہے؟ کیا ان جسمانی اعضاء میں سے کوئی عضو miss ہوتا ہے؟ جب موت واقع ہوتی ہے تو سر سے لے کر پاؤں تک جتنے عضو ہیں سب قائم دائم ہوتے ہیں کہ نہیں؟ اُس میں سے نکلتا کیا ہے؟ صرف روح۔ جب روح نکل جاتی ہے تو آپ اُس کو انسان نہیں کہتے۔ آپ اُس کا عنوان بدل دیتے ہیں کہ میت پڑی ہے اور عمر بھر جنہوں نے پالا پوسا سارے فیملی کے لوگ کہتے ہیں لے چلو دیر ہو رہی ہے اور اُس کو لے جا کے گڑھے اور قبر میں مٹی کے نیچے دفن کر کے چھوڑ کے سارے گھر پلٹ آتے ہیں۔ کبھی کوئی اولاد ایسی دیکھی جو کہے میں تو اب زندگی بھر اپنے باپ کے پاس رہوں گا یا کسی کا جواں بیٹا فوت ہو جائے تو کوئی باپ دیکھا جو کہے میں نے زندگی بھر ادھر ہی رہنا ہے یا ادھر ہی مرنا ہے۔ وہ محبت کرنے والے کہاں گئے؟ وہ ایک دوسرے پر مر مٹنے والے کہاں گئے؟ باپ ہے یا بھائی ہے یا بیٹا ہے، بیٹی ہے، بہن ہے، بیوی ہے جو ایک دوسرے پر مرتے تھے اور ایک دوسرے کے لیے جیتے تھے۔ ہر کوئی اس کو مٹی کے نیچے قبر کے گڑھے میں دفن کر کے واپس پلٹ کر گھر آ رہا ہے۔ اتنی بڑی تبدیلی آ گئی؟ رشتے ہی بدل گئے؟ احساسات کی دنیا ہی بدل گئی؟ تعلقات کی نوعیت ہی بدل گئی؟ کس شے نے بدل دیا؟ وہ ایک شے تھی جو نظر کبھی کسی کو نہیں آئی تھی۔ نظر وہی کچھ آتا تھا یعنی جسم پہلے بھی وہی تھا اب بھی وہی ہے اب قبر میں لٹایا جانے والا بھی وہی ہے۔ جو کچھ نظر آتا تھا وہ تو جوں کا توں ہے اور جو کچھ نکل کے گیا ہے وہ تو نظر کبھی نہیں آئی تھی۔

پتہ چلا جو شے نظر آتی ہے وہ حقیقت نہیں ہوتی اور حقیقت وہ شے ہوتی ہے جو دکھائی نہیں دیتی۔ حقیقت وہ تھی جس نے انسان کو انسان بنا رکھا تھا۔ جس نے باپ بنا رکھا تھا، جس نے بیٹا بنا رکھا تھا، جس نے پیار پیدا کر رکھا تھا، جس کے ساتھ احترام تھا،

جس کے ساتھ لپٹ لپٹ کر سوتے تھے، وہ کوئی شے تھی اُس کے وجود کے اندر ہم نے اس شے کو بھلا دیا ہے۔ اس کے تقاضوں کو بھلا دیا ہے۔ اس کو قتل کر دیا ہے اور ہم پجاری بن گئے ہیں اس جسم کے مادی اور ارضی سراپا کے جو نطفہ پلید سے تشکیل پا کے جوان ہوا ہے۔ اور ہم اس حقیقت کو بھول گئے ہیں جو اُس مولا کے گھر سے آئی ہے۔ جس کا چراغ جلایا گیا تھا وہ جو نظر تو نہیں آتی تھی مگر نکلی تو آنکھیں پھر گئیں، رشتے بدل گئے، نام ہی بدل گیا۔

یہ جو فرق انسانی زندگی اور موت کی مثال سے آپ سمجھے یہی فرق نماز کے جسم اور نماز کی روح میں ہے۔ نماز کا جسم تو ہو گیا مگر جس میں خشوع، رجوع، صدق، اخلاص، تضرع، گریہ، طلب، جھکاؤ، انکساری اور عبدیت نہ تھی۔ یہ سب چیزیں نماز کی طبیعت ہے۔ یعنی ارکان نماز کا جسم ہے اور اُس کے اندر کی یہ کیفیات اور احوال، یہ نماز کی طبیعت ہے، یعنی باطنی کیفیت یہ طبیعت ہے۔ اسی طرح دین کا اور دینی تمام عبادات کا ایک جسم ہے اور ایک جسم کی روح ہے۔ اخلاق حسنہ سارے دین کی روح ہے۔

نماز کی روح اخلاق کو سنوارنا ہے

اب میں جو ارکان اسلام ہیں توحید اور رسالت کی شہادت کے بعد باقی جو چار ہیں نماز، روزہ، زکاۃ اور حج۔ ان چاروں کو قرآن مجید سے سمجھاتا ہوں۔ قرآن مجید نے ان میں جسم اور روح کا تعلق کیسے جوڑا ہے؟ شہادت توحید وسالت کے بعد پہلا رکن نماز ہے۔ اب قرآن مجید کی سورۃ العنکبوت آیت ۴۵ میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ط اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ. (العنکبوت، ۲۹: ۴۵)

''اور نماز قائم کیجیے، بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے''۔

حکم دیا نماز قائم کرو، کیوں؟ کہ نماز تمہیں دو چیزوں سے روکتی ہے۔۔۔'نماز قائم کرو' یہ حکم نماز کا جسم قائم کرنے کے لیے ہے اور نماز جن دو چیزوں سے روکتی ہے یہ اُس نماز کی روح ہے۔ سو جو نماز نمازی کو ان دو چیزوں سے نہ روکے وہ نماز نہیں ہے، وہ مردہ جسم ہے۔ وہ زندہ نماز نہیں ہے۔ ان میں سے ایک فَحْشَآءِ ہے جو رزائلِ اخلاق کو کہتے ہیں اور دوسرا الْمُنْكَرِ ہے جو سیئاتِ اعمال کو کہتے ہیں۔ یعنی برے اخلاق کو فحشاء کہتے ہیں اور برے افعال کو منکر کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ نماز کی خاصیت یہ ہے کہ بری خصلتوں سے اور برے اخلاق سے بھی روکتی ہے اور برے اعمال اور افعال سے بھی روکتی ہے۔ فحشاء سے بھی روکتی ہے اور منکرات سے بھی روکتی ہے۔ فواحش سے مراد صرف ایک بدکاری کا فعل نہیں ہے، اگر زبان گندی ہو گی تو کہیں گے یہ فحش زبان ہے وہ بھی فاحش میں آئے گا۔ برتاؤ گندہ ہوگا فواحش میں آئے گا، سوچ گندی ہوگی فواحش میں آئے گی۔ ہر وہ کام جو نظافت، لطافت اور شرافت کے معیار پہ نہیں ہے، جو حسین اور جمیل نہیں ہے، بھدا ہے، برا ہے، ناپسندیدہ ہے یعنی ہر وہ عمل جو بے حیائی کا ہے وہ فحشاء کے اندر آتا ہے۔ جیسے زبان کی بدکاری، آنکھوں کی بدکاری، اخلاق کی بدکاری، گفتگو کی بدکاری، برتاؤ کی بدکاری، دل کنجوس ہے تو بدکار ہے۔ سارے رویے فحشاء میں آتے ہیں۔ تو نماز تمہیں برے رویوں سے روکتی ہے اور نماز تمہیں گناہوں کے اعمال سے روکتی ہے۔ تو برے رویوں سے رکنا اور برے اعمال سے بچنا یہ نماز کی روح ہے۔ تو نماز فرض کی گئی تاکہ بندے کے اخلاق اور افعال سنور جائیں۔ تو آپ نے دیکھا کہ سب سے پہلا رکن شہادت توحید و رسالت کے بعد نماز ہے اور نماز کی روح اخلاق کو سنوارنا ہے۔ مسند بزار کی حدیث ہے۔ آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے اللہ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا أَتَقَبَّلُ الصَّلاةَ مِمَّنْ تَوَاضَعَ بِهَا لِعَظَمَتِي وَلَمْ يَسْتَطِلْ عَلَى خَلْقِي وَلَمْ يَبِتْ مُصِرًّا عَلَى مَعْصِيَتِي وَقَطَعَ نَهَارَهُ فِي ذِكْرِي.

میں اُس شخص کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کی خاطر متواضع اور منکسر ہو جائے۔ اُس کی نماز قبول کرتا ہوں جس کی نماز اُس کے تکبر اور رعونت کو ختم کر دے اور اُس کی طبیعت اور مزاج میں تواضع اور انکساری پیدا کر دے۔ اور میری مخلوق پر ظلم

نہ کرے اور میری نافرمانیوں پر اصرار نہ کرے اور میری یاد کو جاری رکھے اور آخر پہ فرمایا:

وَرَحِمَ الْمِسْکِيْنَ، وَابنِ السَّبِيلِ وَالْأَرْمَلَةَ وَرَحِمَ الْمصَابَ. (مسند بزار)

''اور مسکینوں محتاجوں پر رحمت کرے اور مسافروں پر کرم کرے اور بیواؤں پر رحمت کرے اور مصیبت زدوں پر رحم کرے''۔

جس شخص کے اندر ایسے اخلاق پیدا ہو جائیں میں اُسی کی نماز قبول کرتا ہوں۔ بقایا لوگ تو نماز کے جسم کو کندھوں پر اٹھا کر پھر رہے ہیں۔ نماز انہی کی نماز ہے جن کے اند تواضع، انکساری، تکبر، بڑا پن اور اکڑ نہ رہے، وہ جھکنے والے بن جائیں، خود کو چھوٹا اور حقیر سمجھیں کہ ہر وقت اُن کی نگاہ میری عظمت پہ رہے۔ وہ مخلوق پہ ظلم و جبر نہ کریں اور وہ ان کی حق تلفی کریں۔ وہ شب و روز مجھے یاد رکھیں، کوئی مسکین اور محتاج ہو تو اُس کے لیے سراپا رحمت بنیں، مسافر ہو تو اس کے لیے سراپا شفقت بنیں، بیواؤں اور یتیموں پر سراپا رحمت بنیں۔ وہ مصیبت زدہ کے لیے ہمیشہ سہارا بنیں۔ نماز جن لوگوں کی سیرت و اخلاق اور کردار میں یہ تبدیلی پیدا نہیں کرتی فرمایا: میں اُن کی نماز قبول نہیں کرتا۔ وہ نماز کا جسم تھا یہ نماز کی روح ہے۔

آپ نے دیکھا کہ نماز کے فرض کرنے کا مقصد بھی اخلاق سنوارنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سجدوں کا محتاج نہیں ہے۔ اسے کوئی محتاجی نہیں وہ بے نیاز ہے۔ پھر اُس نے صبح شام ۵ وقت نمازوں میں ہمیں کیوں ڈالا ہے؟ سوال ہے اپنی ضرورت کے لیے یا ہماری ضرورت کے لیے؟

اگر تو اُس کی ضرورت ہے تو معاملہ اور ہو گیا اور اُس کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں۔ وہ تو غنی ہے، وہ محتاج نہیں، بے نیاز ہے۔ تو پھر ہماری ضرورت ہوئی۔ ہماری ضرورت ہے تو وہ کیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ نے بیان کر دی ہے ہماری ضرورت یہ ہے وہ ہمارے اخلاق ہمارا طرزِ زندگی، ہمارے رویے، ہماری سوچیں سنوارنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بندو! ہر روز پانچ وقت نمازیں پڑھ کر بھی اگر اندر سے نہ بدلو تو میں نے تمہاری نمازوں کو کیا کرنا ہے۔ میں نے تو نمازیں فرض ہی اس لیے کی ہیں کہ تم فحشاء سے بھی بچ جاؤ اور منکرات سے بھی بچ جاؤ۔ تمہارے رویے اور تمہاری سوچوں کے انداز بدل جائیں، تمہارے طرزِ زندگی اور تمہارے شیوے بدل جائیں، اگر تمہارے من نہ بدلے تو اس تن کو رکوع، سجود کی مشقتوں میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟

زکوٰۃ کی روح۔۔۔اخلاق کو سنوارنا

نماز کے بعد فرض ہے زکوٰۃ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکال کے دو۔ یعنی (ہر 100 میں سے اڑھائی روپے نکالنا)۔ پھر میرا سوال ہے کیا اللہ پاک کی کوئی ضرورت ہے؟ اُس کی کوئی ضرورت ہوتی تو معاذ اللہ اُس نے کوئی ایک جگہ بنائی ہوتی اور وہ کہتا کہ اس میں جا کے پیسے پھینک آؤ اور فرشتوں کو بھیج کے ہر روز collection کر کے منگوا لیتا۔ استغفروا اللہ العظیم۔ اس کی تو کوئی حاجت نہیں۔ وہ تو دینے والا ہے۔ وہ کہتا ہے زکوٰۃ دو، دو کس کو؟ غریبوں کو۔ یعنی بندے بندوں کو دیں۔ مالدار محتاجوں کو دیں۔ دینی کاموں پر دیں، ضرورت مندوں کو دیں۔ اب زکوٰۃ کی کیا ضرورت ہے؟ کیا اس سے ضرورت پوری ہوتی ہے؟ اس کی روح کیا ہے؟ اس کا پیغام کیا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ یہ بھی جان لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے محبوب!

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا. (التوبة، ۹: ۱۰۳)

''ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجیے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرما دیں''۔

یعنی مالدار مسلمانوں کی دولت سے صدقہ اور حصہ لے کر غریبوں کو دو۔ باری تعالیٰ کیوں؟ فرمایا: اس لئے یہ اپنے مال میں سے حصہ نکالیں گے اور زکوٰۃ دیں گے تو یہ پاک ہو جائیں گے اور نہ صرف ان کے مال پاک ہوں گے بلکہ ان

کے حال بھی پاک ہو جائیں گے۔ حال کیسے پاک ہوں گے؟ وہ زکوٰۃ کے عنوان سے ہمارے اندر غریبوں کا احساس پیدا کرنا چاہتا ہے کہ جس کے پاس کھانے کو ہے وہ اسے بھی کھلائے جس کو کھانا نہیں ملتا۔ غریب کا یہ احساس اگر من میں پیدا نہ ہو تو تمہاری زکاتوں سے اُس نے کیا لینا ہے۔ محتاج کی محتاجی اور غریب کی غربت اور پریشان حال کی پریشانی، ضرورت مند کی ضرورت اگر تمہارے اندر ایک درد اور concern پیدا نہ کرے اور ایک ہمدردی اور تڑپ پیدا نہ ہو جو ہر وقت زندگی کا حصہ بن جائے، اُس نے اڑھائی فیصد دلوا کے کیا لینا ہے؟ ہم نے زکوٰۃ کو صرف اڑھائی فیصد سمجھ لیا ہے۔ نہیں، یہ تو اُس نے ایک limit رکھی ہے۔ جبکہ زکوٰۃ کی روح اڑھائی فیصد خرچ کرنا نہیں وہ تو اس کا نصاب ہے۔ اصل زکوٰۃ کی روح تمہارے من میں غریب، دکھی اور محتاج انسانوں کی تڑپ اور آگ لگا دینا ہے لہذا جن کے پاس وسائل اور روزگار نہیں ہے، اُن کا درد اگر تمہارے اندر پیدا نہ ہو تو ان زکاتوں سے اللہ نے کچھ نہیں لینا۔ نماز کے ذریعے اخلاق بدلنا چاہتا ہے، زکوٰۃ کے ذریعے ہمارے اخلاق بدلنا چاہتا ہے۔ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو ایک غریب شخص نے آقا ﷺ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر سوال کیا کہ آقا! ہمارے پاس تو مال نہیں ہے کہ ہم کسی غریب پر خرچ کریں۔ پھر ہم کیا کریں؟ آقا ﷺ نے اُس کا سوال سنا۔ سب صحابہ کرامؓ بیٹھے ہیں آقا ﷺ نے فرمایا:

تَبَسُّمُکَ فِي وَجْهِ أَخِيْکَ لَکَ صَدَقَةٌ. ’’تمہارا اپنے مسلمان بھائی کا تبسّم کے ساتھ سامنا کرنا صدقہ ہے‘‘۔

یعنی فرمایا: اگر تیرے پاس کچھ بھی نہیں دینے کے لئے تو تو اپنے دوست اور بھائی کے ساتھ مسکرا کر مل یہی صدقہ ہے۔ تیرے چہرے کا تبسم صدقہ ہے۔ تیرا مسکرا کے ملنا صدقہ ہے۔

اب اس حدیث اور اُس آیت کو ملا کے پڑھیے۔ کیا معنیٰ بنا؟ قرآن نے کہا تھا اُن کے مال سے صدقہ لو آقا ﷺ نے فرمایا: مسکراؤ یہ بھی صدقہ ہے۔ آیت اور حدیث کو جمع کر دو تو معنیٰ نکل آیا کہ زکوٰۃ کی روح انسان کے اندر اُس concern کو پیدا کرنا ہے کہ دوسروں کے لیے ایک احساس پیدا ہو جائے اور فرمایا:

وَأَمْرُکَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيُکَ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَةٌ. ’’نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے‘‘۔

وَإِرْشَادُکَ الرَّجُلَ فِي أَرْضِ الضَّلَالِ لَکَ صَدَقَةٌ. ’’بھٹکے ہوئے کو راستہ بتانا صدقہ ہے‘‘۔

وَإِمَاطَتُکَ الْحَجَرَ وَالشَّوْکَةَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيْقِ لَکَ صَدَقَةٌ. ’’راستے سے پتھر، کانٹا اور ہڈی (وغیرہ) ہٹانا بھی صدقہ ہے‘‘۔

اس سے بھی تزکیہ اور تطہیر نصیب ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ فرمایا:

وَإِفْرَاغُکَ مِنْ دَلْوِکَ فِي دَلْوِ أَخِيْکَ لَکَ صَدَقَةٌ.

’’اپنے ڈول سے دوسرے بھائی کے ڈول میں پانی ڈالنا بھی صدقہ ہے‘‘۔

وَبَصَرُکَ لِلرَّجُلِ الرَّدِيءِ الْبَصَرِ لَکَ صَدَقَةٌ. ’’کسی کمزور بصارت والے کو راستہ دکھانا بھی صدقہ ہے‘‘۔

(ترمذي في السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في الشکر لمن أحسن إليك، ۴/۳۳۹، الرقم/۱۹۵۶، وابن حبان في الصحيح، ۲/۲۲۱، الرقم/۴۷۴، والبزار في المسند، ۹/۴۵۷، الرقم/۴۰۷۰)

اتنی مثالیں دے کر آقا ﷺ نے زکوٰۃ کی روح سمجھا دی کہ زکوٰۃ کی روح غریبوں اور محتاجوں کی ضروریات کو adjust کرنا ہے۔ پیسہ ہے تو پیسے سے، علم ہے تو علم سے، طاقت ہے تو طاقت سے، رہنمائی کی قوت ہے تو رہنمائی سے، مسکرانا ہے تو مسکراہٹ سے، نرم میٹھی زبان کے دو بول بولنے سے جس سے اُس کا دل رہ جائے یہ بھی صدقہ ہے۔ گویا آقا ﷺ نے نماز کے ذریعے بھی رویے بدلنے کی بات کی اور زکوٰۃ کے ذریعے بھی رویے بدلنے کی بات ہوئی۔ اپنے اندر یہ حسن اخلاق پیدا کریں۔

☆☆☆☆☆

حضرت سیدہ امِّ ایمن رضی اللہ عنہا کے حالاتِ زندگی

اسلام نے خواتین کو مذہبی، سیاسی، سماجی خدمات انجام دینے کی اجازت دی

محمد احمد طاہر

اسلامی تاریخ میں خواتین نے ہمیشہ اہم رول ادا کیا ہے۔ اسلام نے خواتین کو جو مقام دیا ہے وہ خواتین کے لئے باعث فخر ہے۔ اسلام نے خواتین کو معاشرے کا اہم حصہ قرار دیتے ہوئے انہیں اپنی دینی، مذہبی، سیاسی اور سماجی خدمات سرانجام دینے کی اجازت دی ہے۔

تاریخ اسلام میں صحابیات و صالحاتِ امت کا کردار بھی مُسلّم ہے۔ صحابیاتؓ میں سے سیدہ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقام و مرتبہ اور کردار بہت نمایاں ہے۔ درج ذیل سطور میں آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں:

نام ونسب

حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابۃ میں آپ کا نام ''برکہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان'' لکھا ہے۔ انہیں ''ام الظباء'' بھی کہا جاتا ہے۔

آبائی وطن

ابن اثیر الجزری کے مطابق سیدہ ام ایمنؓ کا آبائی وطن حبشہ تھا۔

مولاۃ النبی ﷺ

سیدہ ام ایمنؓ مولاۃ النبی یعنی سرور کائنات ﷺ کی باندی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو میراث میں ملی تھیں۔ جب آپ ﷺ نے سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ سے نکاح کرلیا تھا آپ ﷺ نے سیدہ ام ایمنؓ کو آزاد کردیا۔ رہائی کے بعد سیدہ ام ایمنؓ نے عبید بن زید حارثی سے نکاح کرلیا۔ جن سے آپ کے بیٹے سیدنا ایمنؓ پیدا ہوئے۔ سیدنا ایمنؓ صحابی رسول ہیں جو کہ جنگ حنین میں شہید ہوئے۔ (طبقات ابن سعد، ج۸، ص۳۰۵)

گھرانہ مصطفیٰ ﷺ کی خدمت

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات پر رقت آمیز انداز میں غم کے آنسو بہائے اور اپنے ہاتھوں سے میت کو غسل دیا۔ مزید برآں تجہیز و تکفین کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی دختر نیک اختر سیدہ زینبؓ کی وفات پر درد بھرے انداز میں رنج و الم کا اظہار کیا اور آپ نے ہی ان کی تجہیز و تکفین کے فرائض سرانجام دیئے۔ (محمود احمد غضنفر، صحابیات مبشرات، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۱۹۹۹ء، ص۳۶۱)

قبول اسلام

سیدہ ام ایمنؓ ابتداء ہی میں ایمان لے آئی تھیں۔ اسد الغابہ میں علامہ ابن اثیرؒ (متوفی ۶۳۰ھ) رقمطراز ہیں۔

اَسْلَمَت قدیما اول الاسلام. ''آپ اوائلِ اسلام میں ایمان لے آئی تھیں''۔

رسول اکرم ﷺ کی اماں جان

جب رسول اکرم ﷺ کی عمر مبارک چھ برس ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ سیدہ آمنہؓ نے ننھیال بنونجار سے ملاقات کے لئے مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا۔ اس سفر میں آپ ﷺ کے علاوہ آپ کی والدہ ماجدہ کی کنیز برکہ بنت ثعلبہ (حضرت سیدہ ام ایمنؓ) بھی ہمراہ تھیں۔ مدینہ منورہ سے واپس لوٹتے ہوئے جب یہ قافلہ ابواء کے مقام پر پہنچا تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی۔ تھوڑی ہی دیر میں آپ داعیِ اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ انہیں وہیں دفن کر دیا گیا۔ حضرت سیدہ ام ایمنؓ نے آپ کو اپنی گود میں لیا۔ آپ کو دلاسہ دیا۔ ماں کا خلاء پُر کرنے کی مقدور بھر کوشش کی۔

رسول اللہ ﷺ حضرت سیدہ ام ایمنؓ کا غایت درجہ احترام کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ انہیں اماں جان کہہ کر پکارتے تھے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اُمُ اَيْمَنِ اُمِّي بَعْدَ اُمِّي. ''میری والدہ کے بعد ام ایمن میری والدہ ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ جب آپ کو دیکھتے تو فرماتے: ''اے والدہ'' یا فرماتے: ''هٰـذِهِ بَقِيَّةُ اَهْلِ بَيْتِىْ'' ''یہ میرے گھر والوں کے باقی ماندہ لوگوں میں سے ہیں''۔ (عسقلانی، ابن حجر، حافظ، علامہ، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

شرف وسعادتِ ہجرت

سیدہ ام ایمنؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے دو دفعہ ہجرت کی۔

۱۔ پہلی ہجرت مکہ سے حبشہ کی طرف ۲۔ دوسری ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف

حلیہ مبارک

سیدہ ام ایمنؓ حبشی النسل تھیں جس کی وجہ سے آپ کا رنگ کالا تھا اور نقش و نگار موٹے مگر جاذب نظر تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا مزاح

طبقات ابن سعد میں روایت ہے کہ حضرت سیدہ ام ایمنؓ نے رسول اکرم ﷺ کے پاس آکر کہا: مجھے سواری دے دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں آپ کو اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ وہ بولیں: یارسول اللہ (ﷺ)! وہ اونٹ کا بچہ میرا بوجھ نہ اٹھا سکے گا اور نہ میں بچہ لوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تو آپ کو اونٹنی کے بچے پر ہی سوار کروں گا۔ یعنی آپ ان سے دل لگی کر رہے تھے اور دل لگی میں بھی آپ سچ ہی فرمایا کرتے تھے کیونکہ اونٹ اونٹنیوں کے بچے ہی ہوتے ہیں۔

حضرت سیدہ ام ایمنؓ کے فضائل

کتب احادیث میں سیدہ ام ایمنؓ کے فضائل میں جتنی روایات منقول ہیں اُن میں سے چند روایات پیش خدمت ہیں۔

صحیح مسلم کی روایت ہے:

عن انسؓ قال: قال ابوبکر بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِعُمَرَ، انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ اَيْمَنِ نَزُوْرُهَا. كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ يزُورها. فلمَّا انْتَهَيْنَا اِلَيْهَا بكَتْ فقال لها: مَايُبْكِيْكِ؟ مَا عِنْدَاللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰه ﷺ فَقَالَتْ: ما ابكي ان لّا اكون اعلم انّ ماعنداللّٰه خير لرسول اللّٰه ﷺ. ولكن ابكي ان الوحي قد انقطع مِنَ السَّمَآء. فهيجتهما على البُكاءِ فَجَعَلاَ يَبْكِيَانِ مَعَهَا. (صحیح مسلم، دار الحدیث القاهره، ۱۹۹۱ء، رقم: ۲۴۵۴)

''حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا: چلو حضرت ام ایمنؓ کی زیارت کرکے آئیں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ ان کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ جب ہم حضرت ام ایمنؓ

کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ ان دونوں نے کہا: آپ کیوں رو رہی ہیں؟ اللہ کے پاس جو رسول اللہ ﷺ کے لئے اجر ہے وہ زیادہ اچھا ہے۔ حضرت ام ایمنؓ نے کہا: میں اس لئے نہیں رو رہی کہ میں نہیں جانتی کہ اللہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے لئے اچھا اجر ہے لیکن میں تو اس لئے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا آنا بند ہوگیا۔ پھر ان دونوں پر بھی گریہ طاری ہوا اور وہ (دونوں) بھی رونے لگے۔

جنتی خاتون

طبقات ابن سعد میں درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سُرَّهُ اَنْ يَّتَزَوَّجَ امْرَاَةً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَتَزَوَّجَ ام ايمن. (طبقات ابن سعد، ص: ۳۰۶)

''جو کوئی جنتی خاتون سے شادی کرنا چاہے تو وہ ام ایمن سے شادی کرلے''۔

حضرت عائشہؓ کے تاثرات

تاریخ وسیرت کی کتابوں میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے سیدہ ام ایمنؓ کے بارے میں یہ تاثرات منقول ہیں:

حاشی سَمْعِیَ وَ بَصَرِی ان اکون علمت اوظننت بها الا خیرا.

''میرے کانوں اور آنکھوں نے اس کے بارے میں بہتر تاثرات لئے''۔

حضرت امیر معاویہؓ کا خراج تحسین

ایک روز حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے ان کی والدہ سیدہ ام ایمنؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کیا تو حضرت اسامہ بن زیدؓ نے فرمایا: بخدا وہ آپ کی والدہ ہندہ سے زیادہ فضیلت والی تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا: بلاشبہ آپ سچ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰكُمْ. (الحجرات، ۴۹: ۱۳)

''بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو''۔ (محمود احمد غضنفر، صحابیات مبشرات، مکتبہ قدوسیہ لاہور، 1999ء، ص: ۳۷۰)

سیدہ ام ایمنؓ کی شجاعت

اس حوالے سے 100 نامور صحابیاتؓ میں درج ہے کہ سیدہ ام ایمنؓ کی بہادری اور قوت ارادی مردوں سے کم نہیں تھی۔ غزوہ احد میں جب بہت سے مرد حضرات پیٹھ پھیر گئے اور بھاگ کر پناہ لی تو وہ حیران ہو رہی تھیں کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ اس وقت آپؓ بھاگتے ہوئے گزرنے والوں پر مٹی پھینک رہی تھیں اور ان سے فرما رہی تھیں: ارے یہ چرخہ لے لو اور سوت کاتا کرو اور تلوار کو چھوڑ دو۔ ان کی مراد یہ تھی کہ تم لوگ عورتوں کی طرح ہو اور کمزوری کا اظہار کر رہے ہو۔ اور وہ اس وقت یہ خواہش کر رہی تھیں کہ کاش وہ مرد ہوتیں تو میدان میں ڈٹ کر لڑتیں۔

وفات

سیدہ ام ایمنؓ نے سیدنا عثمان غنیؓ کے دور حکومت میں وفات پائی جبکہ اسد الغابہ کی روایت کے مطابق **توفیت بعد ماتوفی رسول الله ﷺ بخمسة اشهر.** ''یعنی آپ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے پانچ ماہ بعد وفات پائی۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب ☆☆☆☆☆

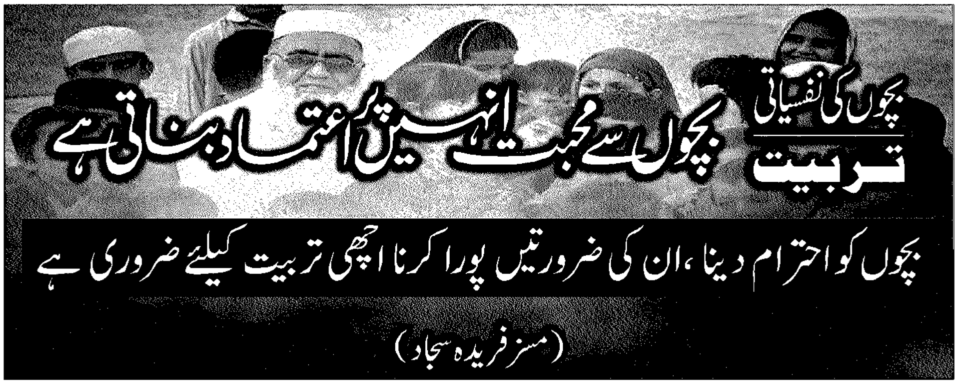

سوال: بچوں کی نفسیاتی تربیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: بچوں کی نفسیاتی تربیت کے متعدد معانی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1۔ نفسیاتی تربیت سے مراد زندگی کے مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لیے بچے کی تربیت اس انداز میں کرنا ہے کہ اس میں ہمدردی، اچھے روابط اور محبت کے جذبات فروغ پائیں۔

2۔ بچے میں موجود مثبت اور خیر وبھلائی کی صفات کو اس طرح نکھارنا کہ وہ ممکن حد تک کمال کا درجہ حاصل کر لیں۔

3۔ بچے کی کامل شخصیت کی تعمیر کے لیے اس کے عمل اور کردار کی مسلسل اصلاح کرتے رہنا۔

4۔ بچے کے قدرتی اور فطرتی اوصاف کی نگہداشت کرنا اور اس کی حفاظت اور ترقی کے لیے جدوجہد کرنا۔

5۔ بچے کو فرائض کی عمدہ طریقے سے ادائیگی کے لیے ایسے قوانین اور قواعد وضوابط کا عادی بنانا جو اس کی تربیت اور پرورش میں ممد ومعاون ثابت ہوں۔

6۔ کائنات، زندگی اور دنیوی اُمور سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں بچے کے ذہنی ونفسیاتی رجحانات ومیلانات کی تعمیر کرنا۔ اس کے اندر وہ شعور اور احساس پیدا کرنا جو اسے حق و باطل، درست و غلط اور پسندیدہ و ناپسندیدہ کے مابین امتیاز اور فرق سے آشنا کر دے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا. (الأنفال، ۸: ۲۹)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے (تو) وہ تمہارے لیے حق و باطل میں فرق کرنے والی حجت (و ہدایت) مقرر فرما دے گا۔

7۔ نیکی اور بھلائی کے اُمور میں پیش قدمی کے لیے بچے کو جرات اور ہمت کی ترغیب دینا اور اس سلسلے میں انعام کے ذریعے حوصلہ افزائی کرنا۔

8۔ بچے کی قدرتی اور فطرتی عادات کو اسلامی اصولوں کے مطابق اس طرح نکھارنا کہ ان عادات کو نہ تو بالکل کچل دیا جائے اور نہ ہی اسے مطلق آزادی دی جائے۔

الغرض بچے کی نفسیاتی تربیت سے مراد اس کی شخصیت کی تعمیر اور اس کے ذاتی ونفسیاتی اوصاف کی تکمیل ہے جو کہ ترقی، رہنمائی اور ہدایت کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے۔

سوال: بچوں کی نفسیاتی تربیت کا دار و مدار کن چیزوں پر ہے؟

جواب: بچوں کی نفسیاتی تربیت کا دار و مدار ان کی ضروریات اور حاجات کو ملحوظ رکھنے پر ہوتا ہے۔ لہٰذا اچھی پرورش اور بہتر نگہداشت کے عمل کو شروع کرتے وقت درج ذیل ضروریات اور حاجات کو اہمیت دی جائے۔

1۔سکون و اطمینان کی ضرورت

بچے کی اہم ترین ضرورت جس کا نفسیاتی تربیت کے ساتھ گہرا تعلق ہے وہ سکون و اطمینان ہے۔ یہی ضرورت اس کے اندر وہ جذبہ اور رجحان پیدا کر دیتی ہے جسے بچے کے اقدامات اور ترجیحات میں ایک قائدانہ حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا بچے کو سکون مہیا کرنے اور اس کے اندر اسی جذبہ کو بیدار کرنے کے لیے والدین کے کردار کو بنیادی درجہ حاصل ہے۔

2۔ دوطرفہ محبت کی ضرورت

محبت کا شعور بچے کی بنیادی ضرورت ہے جو بچے کو امن وسکون اور اطمینان مہیا کرتی ہے اور اس کی قدرتی و فطرتی ضروریات کو پورا کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر رکھ دی ہیں۔ والدین کی محبت ہی بچے کو محبت کرنے کا انداز سکھاتی ہے اور پھر محبت کا یہ میلان اس کی نشو ونما کے ساتھ مزید بڑھتا چلا جاتا ہے۔ بچوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ اور حسنِ سلوک سے دوطرفہ محبت اور نفسیاتی اطمینان میسر آتا ہے اور یہی چیز بچے کے لیے والدین کی محبت کی حقیقی اور مثالی تعبیر ہے۔ اسی کے ذریعے بچہ اپنے ساتھ محبت کرنے والے افراد کی اُلفت کا ہمہ جہتی جائزہ لیتا ہے۔

3۔میل جول پر مبنی مشترکہ زندگی اور خاندان کے تعلق کی ضرورت

بچے کی نفسیاتی تربیت کا میل جول پر مبنی مشترکہ زندگی اور خاندان کے تعلق کی ضرورت سے گہرا تعلق ہے۔ بچے کو باشعور ہوتے ہی اپنے خاندان کے ساتھ تعلق اور نسبت کا شعور آ جاتا ہے اور یہ انسانیت کا اولین جذبہ ہے جو اس کے لیے نسبت کے حق کو ثابت کرتا ہے۔ اس کی تکمیل اس کے ساتھ محبت کے اظہار اور خاندان کے اندر اس کے لیے امن وسکون کی فضا مہیا کرنے کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ بچہ ہمیشہ اپنے خاندان کی گرم جوشی اور شفقت و پیار کے ذریعے ہی سے محبت کا جوہر حاصل کرتا ہے۔ والدین اور خاندان کے دیگر افراد کی بچے کے ساتھ محبت ہی اسے محبت کا انداز سکھاتی اور اس کے محبت کے جذبہ کو بیدار کرتی ہے اور بچے کے اندر ربط وتعلق کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

4۔احترام وتکریم کی ضرورت

بچے کو احترام وتکریم کی ضرورت ہوتی ہے جس کا نفسیاتی تربیت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ احترام وتکریم کا شعور بچے کے اندر ایک پس منظر کھڑا کر دیتا ہے جو بچے کو اصولوں پر قائم رہنے کی ترغیب دلانے کا باعث بنتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ پوری عزت اور فخر کے ساتھ ان کا دفاع کرنے والا بن جاتا ہے۔ عزت وتکریم بچے کو بے راہ روی کے افکار ونظریات کے سامنے حرفِ انکار کہنے کی جرات سے ہمکنار کرتی ہے۔

5۔آزادی

بچے کی ذہانت اور سمجھداری کو پروان چڑھانے اور اس کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے لیے اسے آزادی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچے کو اپنی آزادی وخود مختاری اور اس سلسلے میں ماحول کی طرف سے اس کی حوصلہ افزائی کا جس قدر زیادہ شعور حاصل ہوتا ہے اسی قدر اسے اپنے پسندیدہ ہونے کا شعور نصیب ہوتا ہے۔

6۔ دوسروں میں مقبول ہونے کی ضرورت

دوسروں کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہونے کی خواہش بچے کی ذاتی ضرورت ہے۔ اِس ضرورت کو پورا کرنے سے بچے کی مثبت صفات کو فروغ ملتا ہے اور وہ بہت سے ایسے منفی رویوں سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے جو اسے اپنے آپ کو پسندیدہ بنانے کی راہ میں لاحق ہوتے ہیں۔ ان منفی رویوں سے بچے کو محفوظ رکھنا والدین کی طرف سے مخصوص تربیتی کردار کا تقاضا کرتا ہے تاکہ بچے کی دوسروں کے ہاں قبولیت اور پسندیدگی کی ذاتی ضرورت مستحکم ہو۔

7۔ کامیابی کی ضرورت

کامیابی بچے کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے ساتھ زندگی کی مشکلات اور مستقبل کے چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرتی ہے۔ بچے کی استعداد خواہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو وہ اس کے ذریعے اپنی ذاتی حیثیت اور نشو ونما کے مراحل کے مطابق کامیابی حاصل کرتا ہے۔ بڑے افراد کی نظر میں جو چیز معمولی ہوتی ہے وہ بچوں کی سمجھ کے مطابق کامیابی کہلاتی ہے۔ لہٰذا جب بچے کی کامیابیوں کو تسلیم کیا جائے تو اس سے اسے بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا بچے کو کامیابی کے مواقع اور لمحات فراہم کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔

الغرض یہ تمام ضروریات بچے کے لیے ضروری ہیں تاکہ اسے معاشرے میں گھل مل جانے کی تربیت حاصل ہوتی رہے اور بچہ بے چینی سے آزاد، مطمئن اور بھرپور شخصیت کا حامل بن سکے۔ ان ضروریات کا تقاضا یہ ہے کہ والدین میں خاطر خواہ اصلاح اور ان کو بروئے کار لانے کی حد درجہ مہارت ہو اس کے بعد ہی وہ قواعد وضوابط کی روشنی میں اور مکمل توازن کے ساتھ ان ضروریات کے ذریعے بچے کی شخصیت کی تعمیر کر سکتے ہیں۔

سوال: والدین بچوں کی نفسیات کیسے سمجھیں؟

جواب: والدین بچوں کے انداز و اطوار کے اسباب ومحرکات اور ان کی ذاتی و بنیادی ضروریات کو سمجھ کر ہی ان کی نفسیات سمجھ سکتے ہیں۔ ان اُمور کو سمجھے بغیر سرسری وسطحی انداز میں معاملہ کرنا بالعموم بچوں کے طرزِ زندگی کو پیچیدہ اور مشکل بنا دیتا ہے۔ خواہ وہ بچپن کے مرحلہ میں ہوں یا نشو ونما کے دیگر کسی مرحلہ میں۔

یہ حقیقت نفسیاتی وتربیتی تحقیقات کی رو سے ثابت ہے، اور اس سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں ہمارے دین اسلام نے اس کی توثیق فرمائی ہے کہ ہر طرزِ عمل کا کوئی نہ کوئی محرک ضرور ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى.

۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي......، ۱: ۳، رقم: ۱

۲۔ مسلم، الصحيح، ۳: ۱۵۱۵، رقم: ۱۹۰۷

۳۔ أبوداؤد، السنن، كتاب الطلاق تفريع أبواب الطلاق، باب فيما عني به الطلاق والنيات، ۲: ۲۶۲، رقم: ۲۲۰۱

’’بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی‘‘۔

بچوں کی ذاتی اور بنیادی ضروریات اپنا وجود رکھتی ہیں۔ ہر بچہ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ ان کی ضرورت محسوس کرتا ہے اگر بچے کی ان بنیادی ضروریات کو پورا نہ کیا جائے اور لاپرواہی برتی جائے تو پھر بچہ اپنی حاجات کو اکثر غلط اور ناپسندیدہ طریقوں سے پورا کرنے کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔

بچے کی بنیادی ضروریات سے لاپرواہی اور عدم توجہی کے نتیجے میں بچے کو درج ذیل صورتیں لاحق ہوسکتی ہیں:

1۔ بچہ حد سے زیادہ حساسیت کی وجہ سے ذمہ داریوں سے گریز، پہلوتہی اور اپنی ذات میں سمٹاؤ جیسے عوارض کا شکار ہو جائے گا اور یہ عوارض اس کی مستقبل کی شخصیت کو بے جان کر دینے کا باعث بن سکتے ہیں۔

2۔ بچہ اپنی ضروریات کو حاصل کرنے کے لیے تشدد اور جارحیت کا راستہ اپنا سکتا ہے۔ بچے کا اپنے خاندانی حلقے اور اپنے والدین کے خلاف اختیار کردہ ردِعمل انتقام کی کئی شکلیں اختیار کرسکتا ہے اور اس کی مختلف علامات ہوسکتی ہیں مثلاً بغض وعناد اور تشدد و جارحیت کے طریقوں کو اپنانا وغیرہ۔

لہٰذا والدین کو اپنے بچے کی نشو ونما کے طریقوں اور اس کی ذاتی ضروریات کی جس قدر معرفت حاصل ہوگی اُسی قدر وہ بچے کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے اپنے بچے کی صحیح اور محفوظ رہنمائی کرسکیں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ بچہ اپنے انداز واطوار اور روزمرہ کے رویوں میں بہت حد تک اپنے گھر اور قرب و جوار کے ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ جو اس کی نشو ونما اور پرورش میں اپنا اپنا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں، تاہم بچے کے انداز واطوار میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کا اکثر تعلق خود اس کی اپنی ذات سے ہوتا ہے۔ جب والدین کو بچے کی ذاتی ضروریات اور اس کی نشو ونما کے مختلف مراحل کی خصوصیات کی پہچان ہو جاتی ہے تو انہیں بچے کے خاموش

کلام کی سمجھ آ جاتی ہے اور بچے کے طرزِ عمل میں پیدا ہو جانے والے بگاڑ پر بھی انہیں کنٹرول حاصل ہو جاتا ہے۔

بچے کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے والدین کا وہ خوف بھی ختم ہو جاتا ہے جو اچھی تربیت اور عمدہ رہنمائی کے سلسلے میں انہیں لاحق رہتا ہے اور وہ بچے کے ساتھ تناؤ سے لبریز رویے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ معرفت والدین کو اپنے بچوں کی مہارت اور ان کی صلاحیتوں کو کچلنے کی بجائے ترقی اور فروغ دینے پر آمادہ کرتی ہے اور بچے کی قدرتی اور فطری صلاحیتوں کے ظاہر ہونے اور پھر انہیں ترقی دینے کی راہوں کو آسان کرتی ہے۔

سوال: بچوں کی نفسیات نہ سمجھنے پر والدین کو کن رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

جواب: ہر بچے کی کوئی نہ کوئی ذاتی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی شخصیت اور اس کے کردار پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بچے کے ساتھ برتاؤ کرنے کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کی بہتر رہنمائی اور عمدہ نشو ونما کی خاطر اس کی نفسیات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

بچہ جس وقت روحانی اور جسمانی نشو ونما کے مراحل طے کر رہا ہوتا ہے اس وقت اس کی اولین ضرورت یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسروں سے اپنی حیثیت و اہمیت منوائے اور اس کا اظہار بھی کرے۔ یہ اس کی خود مختاری، خود اعتمادی اور ذاتی صلاحیتوں کے شعور و ادراک پر مبنی رجحان کا پہلا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے لیے بچہ مختلف قسم کے رویے اپنانے پر مجبور ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس کے یہ رویے والدین کی بے قراری اور پریشانی کا موجب بنتے ہیں جبکہ بچے کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کے والدین اسے نظر انداز نہ کریں۔ بلکہ ایک مستقل شخصیت کے طور پر اس کا اعتراف کریں اور اس کے نمایاں وجود کو تسلیم کریں۔ جب والدین بچے کی نفسیات کو سمجھ نہیں پاتے تو انہیں بچے کے درج ذیل رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

1۔ ضد وعناد

بچہ ضد اور انکار کے ذریعے والدین کی خواہش و آرزو کی کھلم کھلا مخالفت کرتا ہے۔ والدین کی بات کو توجہ سے نہیں سنتا اور بیماری کے بہانے بھی بنانے لگتا ہے۔

2۔ توڑ پھوڑ

جب والدین بچے کو سمجھ نہیں پاتے تو وہ توجہ حاصل کرنے کے لیے اردگرد کی اشیاء کو توڑنے پھوڑنے لگتا ہے۔

3۔ کھانے سے انکار

بچہ کھانا کھانے سے انکار کر کے والدین کو بے چین کر کے ان کی توجہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

4۔ شور وغل

بچہ روزمرہ کے معمولات میں اپنی بات منوانے کے لیے شور وغل کا سہارا لیتا ہے۔

5۔ چیخنا چلانا

بچہ والدین کی توجہ حاصل کرنے کے لیے گھر آئے ہوئے مہمانوں کا بھی لحاظ یا خیال نہیں کرتا بلکہ ان کے سامنے چیختا چلاتا ہے۔ پھر والدین بھی مہمانوں کے سامنے پریشان کن ردِعمل اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

6۔ خود ساختہ جھوٹ

بچہ اپنی حیثیت منوانے کے لیے جھوٹ بول کر ایسے کارناموں کو سرانجام دینے کا دعویٰ کرتا ہے جن کا سرے سے کوئی وجود نہیں ہوتا۔

الغرض بچہ والدین کو متوجہ کرنے کے لیے مختلف پریشان کن رویے اختیار کرتا ہے۔ بچے کے اس طرح کے طرزِ عمل کو دیکھتے ہی والدین کے متنبہ ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے سب سے پہلے بچے کے ان رویوں کا جائزہ لے کر ان کے نفسیاتی اسباب و محرکات کا سدِ باب کیا جائے تا کہ بچے کے ان منفی رویوں میں زیادہ شدت پیدا نہ ہو۔☆☆☆

تبصرۂ کتب

قرآن نسلِ انسانی کے تمام طبقات کیلئے مساوی ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی شہرۂ آفاق تصنیف سیرت الرسول ﷺ سے چند اقتباس

نازیہ عبدالستار

اس دور پرفتن میں امت مسلمہ زوال کا شکار ہے۔ اقوامِ عالم نے امت مسلمہ پر ایک ایسے بھوکے درندے کی صورت میں حملہ کردیا ہے جس کا کوئی پرسان حال نہیں جبکہ دین مکمل ہوچکا ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم قرآن و سنت نبوی ﷺ کو حرزِ جاں بنائیں۔ اپنے مسائل کے حل کے لئے قرآن وسنت کی طرف رجوع کریں۔ زیر مطالعہ کتاب اسی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے لکھی گئی ہے۔ ''قرآن کا اسلوب اور سنت کا منہاج عالمگیر ہے جو کوئی جتنا قرآنی ہدایت کو عملاً قبول کرے گا وہ اس قدر اس کا نتیجہ پالے گا''۔ سیرت الرسول ﷺ کے عنوان سے یہ سطور زیر نظر کتاب میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ہیں۔ خود مصنف کی زندگی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان کے عمل و کردار سے حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت نظر آتی ہے۔ حاسدین کو چھوڑ کر ہر طبقہ فکر کا پڑھا لکھا طبقہ ان کی علمی حیثیت کا قائل نظر آتا ہے۔ زیر مطالعہ کتاب انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے بے پناہ محبت وعشق ومستی میں ڈوب کر لکھی ہے جس کو پڑھتے ہوئے قاری اپنے تمام مسائل و مشکلات کا حل اور عروج وترقی کا راستہ صرف سنت وسیرت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے میں ہی پاتا ہے۔

اس کا بین ثبوت ہمیں اس کتاب کے اقتباس سے ملتا ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری مدظلہ اپنی کتاب مقدمہ سیرت الرسول صفحہ ۴۷۵ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اسلام خود اپنے پیش کردہ نظام کو غالب و نافذ کرنے کا ایک طریقہ بتاتا ہے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ کامیاب ہونے کی ضمانت دیتا ہے اور حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں اس طریقے سے کامیاب ہوکر دکھایا۔ پس جس رہنمائی نے یہ نتیجہ پیدا کیا اسی رہنمائی اور لائحہ عمل کے نتیجہ خیز ہونے کی ضمانت مہیا کردیئے جانے کا نام دین ہے''۔

ایک اور جگہ مقدمہ سیرت الرسول ﷺ صفحہ ۴۸۱ میں آپ لکھتے ہیں:

''قرآن نسل انسانی کے تمام طبقات کے لئے مساوی ہے۔ مسلم ہوں یا غیر مسلم عروج و زوال اور کامیابی و ہلاکت کے خدائی قوانین اٹل ہیں۔ جو شخص قرآن کی بیان کردہ ڈگر پر چلے گا، عظمت و کمال سے ہمکنار ہوگا اور جو کوئی اس ڈگر سے ہٹے گا۔ ذلت و رسوائی کا شکار ہوگا۔ اس فیصلہ کا نام مشیت ایزدی ہے''۔

انقلاب کی واضح مثال ہمیں صحابہ کرامؓ کی سیرت سے بھی ملتی ہے۔ مقدمہ سیرت الرسول ﷺ صفحہ ۴۸۲ پر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''پھر شرک کی تمام آلودگیوں سے نجات پاکر صحابہ کرامؓ کی زندگیاں اس طرح انقلاب آشنا ہوئیں کہ وہ حیات عالم کے انداز بدل ڈالیں۔ اگر قرآنی دعوت اور نگاہ محمدی ﷺ کے فیضان سے یہ انقلاب بپا نہ ہوا ہوتا تو صحابہ کرامؓ اپنی جدوجہد سے تاریخ عالم کا رخ

نہ بدل سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے صحابہ کرامؓ کی انقلابی سیرت کا ذکر بھی معیت محمدی ﷺ کے ساتھ لف کردیا ہے''۔

جس انسانی طبقہ میں سب سے پہلے انقلاب آیا وہ صحابہ کی جماعت تھی۔ ان کے انقلاب کا مرکز سیرت نبوی ﷺ اور معیت نبوی ﷺ ہی تھی کیونکہ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں جو بہار دکھائی دے رہی ہے وہ سیرت نبی ﷺ کی جھلک ہے۔ حقیقت میں آج بھی قرآنی دعوت کی تاثیر ختم ہوئی ہے نہ سیرت نبوی ﷺ کا فیض منقطع ہوا ہے اور ہماری ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ ہم خلوص نیت سے کاسہ گدائی لے کر ان کے در پر جاتے ہی نہیں وگرنہ قرآن وسنت آج بھی ہمارے دلوں پر دستک دے رہی ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں   راہ دکھلائیں کسے راہرو منزل ہی نہیں

سیرت الرسول ﷺ میں عصری اور بین الاقوامی مسائل اور ان کے حل کو بیان کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب صفحہ نمبر ۴۰۷ سے ۴۲۲ تک پر رقمطراز ہیں:

۱۔ وحدت نسلِ انسانی رنگ ونسل کے امتیاز کے خاتمہ کا ذریعہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو، بے شک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے''۔ (الحجرات، ۴۹:۱۳) اس آیت کی روشنی میں امیر وغریب گورے اور کالے کے فرق کو ختم کیا۔

۲۔ معاشی عدل واحسان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں۔ آپ فرمادیں: جو ضرورت سے زائد ہو۔ (البقرہ،۲:۲۱۹)

۳۔ صدقہ وخیرات کے بارے ارشاد ربانی ہے: ''اور اُن کے اموال میں سائل اور محروم (سب حاجت مندوں) کا حق مقرر تھا''۔ (الذاریات، ۵۱:۱۹)

۴۔ ''صدقات (یعنی زکوٰۃ وخیرات اپنے دستِ قدرت سے) وصول فرماتا ہے''۔ (التوبۃ، ۹:۱۰۴)

۵۔ اسلام نے اصل رزق اور بنیادی ضروریات زندگی میں سب کی برابری کے تصور کے ذریعے بے گھر ہونے کے مسئلہ کو حل کیا ہے۔ انسان کو یہ اصول فراہم فرمایا:

''(اب) زمین تمہاری قیام گاہ ہے اور (وہیں رہ کر تم کو) ایک وقت معینہ تک نفع اٹھانا ہے''۔ (البقرہ،۲:۳۶)

۶۔ اسلام نے عورت کے سماجی، معاشی، قانونی، عائلی اور اخلاقی حقوق کا تعین کر کے عورت کے مسئلہ کا متوازن حل پیش کیا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۲۸ میں بیان فرمایا:

''اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر''۔

۷۔ اسلام نے زندگی کو باقاعدہ نظم دینے اور اسے بے راہ روی سے بچانے کیلئے نکاح کا شرعی تصور دیا۔ قرآن مجید نے اس بابت واضح ہدایات ارشاد فرمائی ہیں: ''تم ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہارے لئے پسندیدہ اور حلال ہوں''۔ (النساء،۴:۳)

۸۔ نوجوانوں کی پریشان خیالی کے خاتمہ کے لئے روحانی، ذہنی اور جسمانی سرگرمیوں کی صورت میں مثبت طرز فکر عطا کیا ہے تاکہ ان کے سیرت وکردار کو انتشار سے بچایا جاسکے۔ کنز العمال (۹:۴۵۶) میں حدیث مبارکہ ہے:

اپنی اولاد کو تین امور کی تربیت دیں: اپنے نبی ﷺ کی محبت کی، اہل بیت کی محبت کی اور قرآن پڑھنے کی محبت۔

اسی طرح حضور ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ کے ذریعے نوجوانوں کو محبت الٰہی اور محبت رسول ﷺ کے علاوہ جہاد، صحت

مند سرگرمیوں اور کھیلوں کی بھی ترغیب دی جن میں فوجی اور دفاعی فنون کے علاوہ شہ سواری، تیر اندازی، کُشتی، دوڑیں، نیزہ بازی اور ویٹ لفٹنگ جیسی کھیلوں کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی بھی براہ راست حضور نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔

۹۔ دماغی اور نفسیاتی دباؤ کا روحانی علاج کے لئے ایک خاص طرزِ فکر عطا کیا جس کی تفصیل سیرت محمدی ﷺ سے میسر آتی ہے۔ اس میں قناعت، صبر وشکر کو اپنانا، حسد، حرص اور لالچ جیسے رذائل اخلاق سے اجتناب شامل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ: اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ (الرعد، ۱۳:۲۸)

۱۰۔ شراب نوشی اور دیگر منشیات کی کلی حرمت قرار دے کر اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔ دنیا بھر میں منشیات کی روک تھام کے لئے جو عالمی مہم چلائی جارہی ہے۔ پیغمبر اسلام نے اس کا حل 14 صدیاں پہلے ہی فرمادیا ہے۔ جس چیز کا کثیر حصہ نشہ لائے اس کا تھوڑا حصہ بھی حرام ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاشربہ)

۱۱۔ حضور ﷺ نے فرمایا: صفائی نصف ایمان ہے۔ (ترمذی، السنن، ۵۳۶:۳۵۱۹)

حضور ﷺ نے شجر کاری کو صدقہ قرار دیا۔ ارشادِ گرامی: اگر قیامت کی گھڑی آجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں پودا ہے اور وہ اس کو لگا سکتا ہے تو لگائے بغیر کھڑا نہ ہو۔ (مسند احمد، ۳:۱۹۱)

یہ کتاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا ایسا شاہکار ہے کہ جو قاری اس سمندر میں غوطہ زنی کرتا ہے وہ گوہر نایاب پاتا ہے۔

سیرت الرسول ﷺ کے عملی پہلو اور روحانی پہلو سے اس کتاب کی ابتداء کی گئی ہے۔ سیرت النبی ﷺ کو انقلابی انداز میں بیان کیا گیا ہے تاکہ موجودہ شکست خوردہ امت مسلمہ پھر سے افق کی بلندیوں کو چھوسکے۔

اس کتاب کے ہر باب میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کو اس کے موضوع کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں یہ کلمات کہہ دیئے جائیں تو بے جا نہ ہوں گے کہ کتاب کیا ہے علم وتحقیق کا ایک مرقع ہے ابتدا سے انتہاء تک لفظ لفظ بصیرت کا آئینہ اور حرف حرف آگہی کا مظہر ہے۔ مقدمہ سیرت الرسول ﷺ ۵۳۹ صفحات کی ضخیم کتاب شائع کرنے کا اعزاز منہاج پرنٹرز کو حاصل ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن 1995ء میں ہوا اب تک اس کے لاتعداد ایڈیشن چھپ ہو چکے ہیں۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ احقر کی نظر سے حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ اور سیرت مقدسہ پر کثیر کتب و رسائل گزرے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب نے سیرت الرسول پر جس پہلو سے کام کیا اس میں جدت بھی ہے اور ندرت بھی۔ یہ کتاب ہر خاص و عام کے لئے لائق مطالعہ ہے اور ہر گھر کی ضرورت ہے۔ اس کتاب سے آگاہی ہر اس شخص کے لئے ضروری ہے جو محبت رسول ﷺ کا دم بھرتا ہے۔ یہ کتاب گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفیکیشن کے تحت تمام کالجوں اور سکولوں کی لائبریریوں کے لئے بھی منظور شدہ ہے۔☆☆☆☆

اِفتباہ! یہ بات مرکز کے نوٹس میں آئی ہے کہ تحریک منہاج القرآن کے تنظیمی اور ذیلی فورمز کے بعض عہدیدار اور کارکنان گوادر اور دیگر ہاؤسنگ سوسائیٹیز میں پلاٹوں کی خرید وفروخت کا کاروبار کر رہے ہیں۔ یہ ان احباب کا ذاتی کاروبار ہے اور تحریک منہاج القرآن کا ان کے کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نیز مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت نہیں ہے۔ لہذا احباب اپنے لین دین/نفع نقصان کے خود ذمہ دار ہوں گے اور کسی کو بھی اس حوالے سے کسی بھی قسم کی کوئی شکایت مرکز میں لانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہوگا۔

انسانی جان کی حرمت اور برما کے مسلمان

ایک بے گناہ انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے

نعیم انور نعمانی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا. (المائدۃ، ۵: ۳۲)

’’جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد انگیزی (کی سزا) کے بغیر (ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے اسے (ناحق مرنے سے بچا کر) زندہ رکھا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو زندہ رکھا (یعنی اس نے حیاتِ انسانی کا اجتماعی نظام بچا لیا)‘‘۔

یہ انسانوں کے نام قرآن کا پیغام ہے اور یہ انسانوں کے نام اُن کے ربِ رحمان کا بیان ہے اور تمام انسانوں کے لئے اُن کی زندگی گزارنے کے ضابطے کا اعلان ہے اور قیامت تک دنیا بھر میں بسنے والے سب انسانوں کے لئے اللہ رب العزت کا وحی کے ذریعے آخری بیان ہے کہ انسانی جان کا مالک اللہ ہے۔ وہ رب اپنی ملکیت میں کسی کو بے جا تصرف کرنے کی اجازت نہیں دیتا وہ رب اپنی ملکیت میں کسی کو اپنے ضابطوں کی خلاف ورزی کا اذن نہیں دیتا۔ اگر انسان کی ملکیت میں کوئی دوسرا انسان اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرے تو اس عمل کو ہم ظلم سے تعبیر کرتے ہیں۔ انسان صدائے احتجاج بلند کرتا ہے کہ میرے حق پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے، مجھے میرے بنیادی حق سے محروم کیا گیا ہے۔ انسان اپنے اس حق کے حصول کے لئے ہر طرح کی چارہ جوئی کرتا ہے، ہر نوعیت کی سعی و جدوجہد کرتا ہے تاوقتیکہ وہ اپنا حق لے کر رہتا ہے۔

انسانی جان کا مالک صرف اللہ ہے

اسی طرح انسان کی جان کا مالک اللہ ہے اس نے کسی بھی دوسرے انسان کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ اس کو اس کی اجازت اور اس کی شریعت اور اس کے احکامات کی صریح خلاف ورزی میں قتل کر ڈالے۔

روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لئے فرمایا ضابطہ حیات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قاتل بن جائے اور ناحق کسی انسان کا خون بہادے اور اس کی زندگی اس سے چھین لے تو ایسے قاتل انسان کو مقتول انسان کے ورثاء قانون کے مطابق قتل کرسکتے ہیں۔ اس قاتل سے قصاص لے سکتے ہیں، عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا کر اسے پھانسی پر چڑھا سکتے ہیں۔ مقتول کے بہتے ہوئے خون کی طرح اس قاتل کا بھی خون بہایا جاسکتا ہے مگر اس عمل میں اس بات کا اہتمام کرنا ہوگا یہ خون کا انتقام صرف قاتل تک ہی رہے۔ ایسا نہ ہو اس قتل کے بدلے میں قاتل کے سارے رشتے داروں کو قتل کردیا جائے۔ اس سے تعلق رکھنے والے ہر انسان کو مٹادیا جائے اور اس کے علاوہ اس زمین پر انسان کا خون اس طرح بھی گرتا ہے کہ کوئی انسان اس زمین میں فساد انگیزی کرتا ہے۔ ڈاکہ زنی کرتا ہے۔ انسانوں کی جان سے کھیلتا ہے۔ شر انگیزی کے ذریعے قتل و غارت گری کا ماحول قائم کرتا ہے۔ ہر

طرف خون بہانے کا عمل جاری کرتا ہے۔ اللہ کی زمین کو اپنے سیاسی مفادات کے لئے، اپنے مذہبی مفادات کے لئے، اپنے ذاتی مفادات کے لئے، اپنی سیادت و قیادت کے تحفظ کے لئے اگر کوئی رنگین کردیتا ہے۔ فساد فی الارض کے تحت ہر طرف خون خرابہ کرتا ہے تو ایسے فسادی شخص کو قانون و انصاف کے مطابق تختہ دار پر چڑھادیا جائے گا۔ اس لئے باری تعالیٰ نے تمام انسانوں پر واضح کردیا ہے میری زمین پر قتل نفس اور فساد فی الارض کے بغیر کسی کو خون بہانے کی اجازت نہیں۔

ایک انسان کا خون ساری انسانیت کا خون ہے

اس کے بغیر اگر کسی نے میری زمین پر خون بہایا تو اس نے صرف ایک شخص کو قتل نہیں کیا بلکہ اس ایک انسان کا قتل کل انسانوں کا قتل ہے۔ ایک انسان کا خون تمام انسانوں کا خون ہے، ایک انسان کی جان کا ضائع ہونا سارے انسانوں کی جان کا ضائع ہونا ہے۔ ایک انسان کو مارنا تمام انسانوں کو مارنے کے مترادف ہے۔

آج انسان کے ہاتھوں انسان قتل ہورہے ہیں۔ آج اس زمین پر اللہ کی مخلوق قتل ہورہی ہے آج انسان کو اس طرح کاٹا اور مارا جارہا ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں اس طرح انسان کو کاٹا اور مارا نہیں گیا۔ آج برما کی زمین پر انسانوں کو سرعام کاٹا جارہا ہے اور بہیمانہ اور وحشیانہ انداز میں مارا جارہا ہے۔ آج مہذب انسانیت اپنی اس وحشیانہ انسانیت پر ماتم کررہی ہے۔ برما کے انسانوں کا کاٹا جانا، شیر خوار بچوں کو بھی بے دردی سے مارا جانا، خواتین کی عصمت دری کیے جانا، انسانوں کے اعضاء کو جانوروں کے اعضاء کی طرح کاٹے جانا، یہ سارے کا سارا عمل انسانوں کے منہ پر طمانچہ ہے۔ یہ عمل دنیا بھر کے انسانوں کے لیے تذلیل کا عمل ہے۔ آج ساری انسانیت اپنے اس برے عمل پر ندامت کا اظہار کررہی ہے۔

انسانی خون کا بلا امتیاز احترام

آج ہم انسانی خون کو تقسیم کرکے اُس کو اپنے قتل کا جواز نہیں بناسکتے، خون تو صرف خون ہے، اس خون کو ہم خون مسلم، خون یہودی صیہونی، خون نصرانی، عیسائی اور خون بدھ مت، خون ہندو اور خون سکھ میں تقسیم نہیں کرسکتے، مذہب اور عقیدے کی اس تقسیم کی بنا پر اگر آج ہم ایک دوسرے کا خون کرنے لگے تو دنیا کا امن غارت ہوجائے گا، انسانیت بہت بڑی ہلاکت کا شکار ہوجائے گی۔

آج کی جدید دنیا نے بھی UNO کے تحت انسان کے زندہ رہنے کے حق کو تسلیم کیا ہے۔ آج دنیا بھر میں حقوق انسانی کا پرچار ہے اور اقوام عالم میں ان حقوق کے تحفظ کا بڑا ہی اصرار ہے اگر یہ حقوق انسانی کی آواز بلند کرنے والے آج برما میں انسانوں کے بہنے والے خون پر کیوں خاموش ہیں۔ عالمی ضمیر اس نسل کشی کے عمل پر ایک واضح لائحہ عمل سے کیوں محروم ہے۔ آج کی جدید دنیا تو اپنے اپنے ملکوں میں 1215 میں Magna Corta اور 1628 میں Petition of right اور 1689، 1791 میں Bill of rights اور اقوام متحدہ UNO کے تحت تمام بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ اور ان کے قیام کی ذمہ داری لے چکی ہے۔

برما کے مسلمانوں کی حالتِ زار

لیکن برما میں آج مسلمان ان انسانی حقوق کے حصول کے لئے UNO (اقوام متحدہ) کی راہیں دیکھ رہے ہیں، آج وہ دنیا بھر کے مہذب انسانوں کو اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں کے ذریعے مدد کے لئے پکار رہے ہیں۔ آج وہ دنیا کے انسان دوست حکمرانوں کو اپنی کٹی ہوئی گردن کے ذریعے اپنی مدد کے لئے ندائیں دے رہے ہیں۔ آج برما کی مظلوم خواتین اپنی عزت و عصمت

کی حفاظت کے لئے مسلمان حکمرانوں میں سے کسی محمد بن قاسم کو آہوں اور سسکیوں کے ساتھ بلا رہی ہیں۔ آج برما کے شیر خوار بچے اپنی ماؤں کے سامنے اپنے جسم سے خون کے فواروں کے ذریعے اپنے وجودوں کی حفاظت کے لئے رو رو کر پکار رہے ہیں۔
آج برما کے مظلوم انسانوں پر وہ ظلم وستم کیا جارہا ہے جو اس کائنات ارضی نے جانوروں اور درندوں کے ساتھ بھی نہیں دیکھا۔ آج برما میں جن کا خون بہایا جارہا ہے۔ کیا وہ انسان نہیں ہیں۔ کیا ان کا کوئی انسانی حق نہیں ہے، کیا ان کو زندہ رہنے کا حق نہیں ہے، کیا ان کو اللہ کی اس زمین پر بسنے کا Right نہیں ہے۔ کیا وہ UNO کے انسانی حقوق کے چارٹر میں نہیں آتے، کیا ان کے بسنے والے ناحق خون پر سلامتی کونسل کا ہنگامی اجلاس نہیں ہوسکتا۔

آج کے انسان سے انسانیت کی رسوائی

اگر برما کے انسانوں کے خون کو خون مسلم کا نام دے کر ارزاں سمجھ لیا گیا ہے اور اس خون کے ناحق بہے جانے کو جائز سمجھ لیا گیا ہے تو کیا آئندہ UNO یہ گوارا کرے گی کہ دنیا بھر میں مذہب کے نام خون بہایا جائے۔ دنیا بھر میں نظریے کی بنا پر دوسروں کا خون بہایا جائے، دنیا بھر میں عقیدے کی بنا پر خون کی ندیاں جاری کی جائیں۔ دنیا بھر میں مقیم ومہاجر ہونے کی بنا پر خون بہایا جائے۔ دنیا بھر میں اور تمام ممالک میں اکثریت اقلیت سے زندہ رہنے کا حق چھین لے اور دنیا بھر کے مہاجرین اور ترک وطن کرنے والوں کو چن چن کر قتل کردیا جائے اور دنیا بھر میں نسلی امتیاز کی بناء پر خون بہایا جائے۔ دنیا بھر میں سیاسی اختلافات کی بناء پر خون ہی خون کردیا جائے۔ دنیا بھر میں علاقے اور قبیلے کے اختلاف کی بناء پر خون انساں ارزاں کردیا جائے۔

آج برما کے انسانوں کا ناحق خون خود انسانوں کے منہ پر طمانچہ ہے، آج ان مظالم کی بناء پر انسانیت رسوا ہوچکی ہے آج 21 اکیسویں صدی کا انسان پتھر کے زمانے کا انسان نظر آتا ہے، آج سیاست کے نام پر خون بہایا جارہا ہے۔ آج مذہب کے نام پر خون بہایا جارہا ہے، آج ذاتی مفادات کے نام پر خون بہایا جارہا ہے، آج انسانیت کی تذلیل حیوانیت کے ہاتھوں نہیں خود انسانیت کے ہاتھوں ہورہی ہے۔

گوتم بدھ کی تعلیمات اور بدھ مت کے پیروکار

کیا آج جو کچھ برما میں ہورہا ہے۔ یہی گوتم بدھ کی تعلیمات کے مطابق ہے، کیا بدھ مت کا تعارف دوسرے انسانوں کا ناحق خون بہانا ہے، یہ برما میں جاری خون ریزی کا عمل سراسر بدھ مت کی تعلیمات کے خلاف ہے اور یہ گوتم بدھ کے نظریات کے خلاف ہے۔ گوتم بدھ اپنے ماننے والوں کو کہتا ہے۔ ”ہر قسم کی ذی روح چیز کو قتل کرنا تمہارے لئے سختی سے منع ہے حتی تم کسی کو ناحق جسمانی سزا بھی نہیں دے سکتے۔ (مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، غلام رسول چیمہ، ص296، علم وعرفان پبلشرز لاہور)

گوتم بدھ، اپنے ماننے والوں کو یہ کہتا ہے کہ اس دنیا میں تمہارے صرف تین کام ہیں:

۱۔علم حاصل کرو　　　۲۔ عام لوگوں کو علم سکھاؤ　　　۳۔ ایسی نجات کے حصول کیلئے عمل کی صورت میں محنت کرو

گوتم بدھ اپنے ماننے والوں کو یہ کہتا ہے کہ اپنی خواہشات نفسانی پر ضبط رکھو جو شخص اس ضابطے کی پابندی کرے گا وہی فلاح وطمانیت قلب پائے گا۔ تمہیں میری یہی نصیحت ہے اور اس پر ثابت قدم رہو۔ (مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص266)

(جاری ہے) ☆☆☆☆☆

گلدستہ

اقوال زریں: حضرت امام حسین علیہ السلام

ملکہ صبا

نواسۂ رسول ﷺ سیدالشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

۱۔ جو تمہیں دوست رکھتا ہے وہ برائی سے روکے گا اور جو تمہیں دشمن رکھے گا وہ تمہیں برائی پر ابھارے گا۔

۲۔ میں دیکھتا ہوں کہ مر جانا شہادت ہے اور ظالموں میں زندگی بسر کرنا ناگوار امر ہے۔

۳۔ ظلم کے خلاف جتنی دیر سے اٹھو گے اتنی ہی زیادہ قربانی دینا پڑے گی۔

۴۔ خدا کی جنت دنیا میں کبھی دیکھنے کا شوق ہو تو فقط ایک بار اپنی ماں کی گود میں کبھی سو کر دیکھنا۔

۵۔ جو دکھ دے اس سے تعلق نہ رکھو اور جس سے تعلق رکھو اس کو دکھ نہ دو۔

۶۔ جس کا مددگار خدا کے علاوہ کوئی نہ ہو۔ خبردار اس پر ظلم نہ کرو۔

۷۔ اگر لوگ تم سے کوئی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں تو یہ تم پر خدا کے فضل کی دلیل ہے۔

۸۔ انسان کو اس کی برائیوں سمیت قبول کرنے والا ہی اس کا سچا دوست ہوتا ہے کیونکہ خوبیاں تو دشمن کو بھی متاثر کرتی ہیں۔

۹۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں جس قدر ہو دوسروں کے کام آؤ۔

۱۰۔ داناؤں میں اعلیٰ درجہ کی دانائی تقویٰ اور کمزوریوں میں سب سے بڑی کمزوری بداخلاقی اور بدعملی ہے۔

۱۱۔ ظالم کی حکومت ان کی موت کے بعد ختم ہو جاتی ہے مگر شہیدوں کی حکومت ان کی شہادت کے بعد شروع ہوتی ہے۔

۱۲۔ اگر معافی کا مطلب سمجھنا چاہتے ہیں تو کسی ایسے شخص کو معاف کرنے کی سعی کریں جو آپ کی کردار کشی کا مرتکب ہوا ہو یقیناً آپ جان جائیں گے کہ معاف کر دینے کا اجر اتنا زیادہ کیوں رکھا گیا ہے۔

۱۳۔ لوگوں کو ہلاک کرنے والی چیزیں 3 ہیں: ا۔تکبر، ۲۔حرص، ۳۔حسد

۱۴۔ غمگین آدمی کے سامنے اظہار خوشی کرنا خلاف ادب ہے۔

۱۵۔ سلام کے (70) ثواب ہیں 69 ثواب سلام کرنے والے کو ملتے ہیں اور ایک ثواب جواب دینے والے کو ملتا ہے۔

غوث الاعظمؒ کے اقوال زریں

۱۔ اے عالم اپنے علم کو دنیا داروں میں اٹھنے بیٹھنے سے میلا نہ کر۔

۲۔ وہ کیا بدنصیب انسان ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے جانداروں پر رحم کی عادت پیدا نہیں کی۔

۳۔ گمنامی کو پسند کریں کہ اس میں ناموری کی نسبت بڑا امن ہے۔

۴۔ شکستہ قبروں پر غور کر کہ کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔

۵۔ مومن اپنا اہل و عیال اللہ پر چھوڑتا ہے اور منافق درہم و دینار۔

۶۔ خالق کا مقرب وہی ہے جو مخلوق پر شفقت کرتا ہے۔

۷۔ جس کی ذات سے مخلوق کو فائدہ پہنچے وہی اللہ کا پیارا ہے۔

۸۔ جس نے مخلوق سے کچھ مانگا وہ خالق کے دروازے سے اندھا ہے۔

۹۔ جس عمل سے تجھے حلاوت نہ آئے سمجھ کہ وہ عمل تو نے کیا ہی نہیں۔

☆☆☆☆☆

خصوصی ھدایات برائے میلاد مھم نومبر 2017ء

ماہ ربیع الاول اپنی آغوش میں ولادت مصطفیٰ ﷺ کی خوشیاں لئے امت مسلمہ پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے تحریک منہاج القرآن جس جوش و جذبۂ ایمانی سے میلاد مناتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور پوری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

امسال بھی جشن عید میلاد النبی ﷺ کو حسب سابق جوش و جذبے اور عقیدت و احترام سے منایا جائے گا۔ اس عزم کے ساتھ کہ

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کردے

رفقاء، کارکنان اور وابستگان تحریک! جذبۂ عشق رسول ﷺ دلوں میں موجزن کرکے دین کی سربلندی کا علم اٹھائے ہر قسم کے مالی، سیاسی، خاندانی، مفادات اور تحفظات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی منزل کے حصول کے لئے آگے بڑھیے۔

امسال 34 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس حسب سابق منعقد کی جائے گی۔ جس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بنفس نفیس شرکت فرماتے ہوئے خصوصی خطاب کریں گے۔ تحریک منہاج القرآن اور اس کے جملہ فورمز و تنظیمات مرکزی ہدایات کے مطابق میلاد مہم کو کامیاب بنانے کے لئے محنت و کوشش کریں تاکہ ہم عشق و محبت رسول ﷺ کے اس مقدس ماہ میں اپنے آقا ﷺ کے دین کی تجدید و احیاء اور مصطفوی انقلاب کے پیغام کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت کو ممکن بنائیں۔

☆ اس سال میلاد مہم کا دورانیہ 5 نومبر 2017ء تا 20 دسمبر ہوگا۔

اس سلسلے میں جملہ تنظیمات اور ان کے جملہ فورمز درج ذیل ہدایات کے مطابق میلاد مہم کو کامیاب بنانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں:

۱۔ ربیع الاول کا چاند دیکھنے کے بعد دو رکعت نماز نوافل شکرانہ ادا کریں۔

۲۔ اپنے اعزہ و اقارب، محلّہ دار اور دوستوں کو عید میلاد النبی ﷺ کی مبارکباد بالمشافہ، E-Mail، SMS، فیس بک، Whatsapp یا کسی بھی ذریعہ سے دیں۔

۳۔ استقبال ربیع الاول کے حوالے سے علاقہ میں ایک بھرپور جلوس کا اہتمام کیا جائے۔

عالمی میلاد کانفرنس کا انعقاد

۱۔ 34 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس کو عظیم الشان بنانے کے لئے منہاج القرآن ویمن لیگ کے تمام فورمز بھرپور محنت کریں۔ علاقہ میں موجود تمام رفقاء، وابستگان اور کارکنان بہنوں کے ساتھ ساتھ طالبات اور مذہبی، سیاسی شخصیات کو بھی دعوت دیں۔

۳۔ تحصیلی سطح پر سیرت کانفرنس کا انعقاد کروایا جائے۔

۴۔ یونین کونسل سطح پر تنظیمی سٹرکچر کے استحکام کے پیش نظر محافل میلاد کا انعقاد کروایا جائے۔

۵۔ مرکز سے کسی بھی پروگرام کی نمائندگی محض تحصیلی و ضلعی سطح پر ہوگی جس کے لئے 15 صفر تک ڈیمانڈ مرکز پہنچادی جائے۔

اجتماعی تنظیمی ذمہ داریاں

۱۔ تنظیمات اور وابستگان تحریک یونین کونسل سطح پر حلقہ ہائے درود و فکر اور محافل میلاد کا اہتمام کریں۔

۲۔ دیگر کتب کے علاوہ قائد محترم کی کتاب سیرۃ الرسول ﷺ، میلاد النبی ﷺ، منہاج السوی اور معارج السنن کی بھرپور تشہیر کی جائے۔

۳۔ عید میلاد النبی ﷺ کے بڑے اجتماعات میں رفاقت اسٹالز لگائے جائیں۔

۴۔ قائد محترم کے خطابات کو پورا مہینہ اجتماعی طور پر دکھانے کا اہتمام کیا جائے۔

۵۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر میلاد مہم کی جملہ تقریبات کو بھرپور انداز میں اجاگر کیا جائے۔

۶۔ تنظیمات اپنے اپنے علاقہ جات میں کیبل نیٹ ورک کے ذریعے شیخ الاسلام کے میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے خطابات چلوانے کا بندوبست کریں۔

گھریلو سطح پر (صرف خواتین کیلئے)

ا۔ یکم تا 12 ربیع الاول خواتین بچوں کو عید میلاد النبی ﷺ کی اہمیت بیان کریں تاکہ بچوں میں میلاد النبی ﷺ کی خوشی کا احساس پیدا ہو۔ اپنے گھروں میں خصوصی حلقہ ہائے درود کا انعقاد کریں۔

۲۔ بچوں کو درود و سلام پڑھنا سکھائیں اور اس کے اجروثواب کی اہمیت کو اجاگر کریں۔

۳۔ ہر روز گھروں میں خواتین کی محفل نعت کا اہتمام کریں جس میں تبرک کا اہتمام کیا جائے۔

۴۔ خواتین محفل نعت میں خود اور بچوں کو نعت پڑھنے کی سعادت کا موقع فراہم کریں۔

۵۔ والدین بچوں کو آقا ﷺ کی بچوں کے ساتھ محبت و شفقت بھرے واقعات سنائیں۔

۶۔ خواتین گھروں میں آپ ﷺ کا پسندیدہ کھانا جو آپ ﷺ تناول فرماتے تھے (تفصیل کتاب شمائل مصطفیٰ ﷺ میں درج ہے) گھر میں تیار کریں۔

۷۔ روز شکرانے کے نفل ادا کریں۔ شیرینی بانٹیں، نئے کپڑے پہنیں، عزیز و اقارب سے ملیں اور محافل کا انعقاد کریں۔

۸۔ ہر تحریکی گھرانے میں نماز فجر کے بعد کھڑے ہو کر حضور ﷺ پر درود وسلام پڑھا جائے۔

برائے کارکنان (انفرادی سطح)

ا۔ ہر کارکن کثرت سے درود پاک کا وظیفہ کرے۔ ماہ ربیع الاول کے پہلے 12 دن کم ازکم 1000 مرتبہ اور باقی دنوں میں کم ازکم 500 مرتبہ روزانہ درود پاک ضرور پڑھا جائے۔

۲۔ پہلے 12 دن ہر کارکن ہر روز نفل حضور اکرم ﷺ کی طرف سے پڑھے جبکہ باقی ایام ربیع الاول میں ہر پیر کو پڑھے۔ ہر کارکن فروغ عشق رسول ﷺ کی تحریک، تحریک منہاج القرآن میں لوگوں کو شمولیت کی دعوت دے اور کم ازکم 10 افراد کو تحریک کا رفیق بنائے۔

۳۔ تمام رفقاء 12 ربیع الاول تک حضور ﷺ کے میلاد کی نسبت سے ۱۲ افراد کو تحریک کا رفیق بنا کر عشق نبیؐ اور احیائے اسلام کی عظیم عالمگیر تحریک کا حصہ بنائیں۔

۴۔ تحریک کے تحت عید میلاد النبی ﷺ کے تمام اجتماعات میں شریک افراد کو شعوری طور پر تحریک کے رفیق بنانے کی کوشش کی جائے۔

۵۔ پورا مہینہ گنبد خضریٰ کا مونوگرام اور نعلین پاک سینوں پر آویزاں کیے جائیں۔

۶۔ حسب استطاعت گھروں پر یکم سے 12 ربیع الاول تک جھنڈیوں اور لائٹنگ کے ذریعے بھرپور خوشی کا اظہار کیا جائے۔

۷۔ دوستوں اور رشتہ داروں کو میلاد النبی ﷺ کے کارڈ، تحائف اور پھولوں کے گلدستے پیش کیے جائیں۔ ہر کارکن کم ازکم 10 افراد کو میلاد النبی ﷺ کے کارڈ بھجوائے گا۔

۸۔ اہم شخصیات کو سیرت الرسول ﷺ / میلاد النبی ﷺ، شمائل مصطفیٰ ﷺ یا منہاج السوی کا تحفہ دیں۔

۹۔ تحریک سے وابستہ ہر فرد اپنی فیملی کو ہر روز بٹھا کر قائد محترم کی کتاب نورالابصار بذکر النبی المختار سے حضور ﷺ کے فضائل و کمالات اور حسن و جمال پر مبنی عبارت پڑھ کر سنائے۔

۱۰۔ ہر تحریکی گھرانہ اپنے گلی بازاروں میں آقا ﷺ کی آمد کی خوشی میں بچوں کے اندر کھانے پینے کی اشیاء تقسیم کرے تاکہ شعوری طور پر بچوں کے اندر حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کا احساس پیدا ہو۔

۱۱۔ بچوں کو نئے کپڑے پہنائے جائیں اور حسب استطاعت عیدی دی جائے۔

۱۲۔ بچوں کو کم ازکم ایک دفعہ سیر کیلئے لے جایا جائے۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا منہاج کالج برائے خواتین میں فکری و تربیتی نشست سے خطاب

تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست اعلیٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے منہاج کالج برائے خواتین میں منعقدہ فکری و تربیتی نشست میں شریک سینئر کلاسز کی طالبات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پڑھی لکھی بچیاں اور بیٹیاں پاکستان کا مستقبل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دنیا بھر میں یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جس معاشرے کی خواتین تعلیم یافتہ ہونگی اس معاشرے اور ملک کو ترقی کی منازل طے کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ انہوں نے کہا کہ تحریک منہاج القرآن نے قوم کی بیٹیوں کو اعلیٰ اور معیاری تعلیم فراہم کرنے کیلئے عالمی معیار کے ادارے بنائے ہیں جہاں پسماندہ خاندانوں کی بچیاں باوقار انداز میں اعلیٰ تعلیم حاصل کررہی ہیں۔ اس موقع پر چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترمہ ڈاکٹر غزالہ حسن قادری، محترمہ فضہ حسین قادری اور پرنسپل منہاج کالج برائے خواتین ڈاکٹر ثمر فاطمہ بھی موجود تھیں۔

فیصل آباد: منہاج القرآن ویمن لیگ کی تربیتی ورکشاپ

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام 29 اگست 2017ء کو خواتین کی تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ ورکشاپ میں تحریک منہاج القرآن کے مرکزی نائب ناظم اعلیٰ انجینئر محمد رفیق نجم نے خصوصی شرکت کی۔ تربیتی ورکشاپ میں منہاج القرآن ویمن لیگ ضلع فیصل آباد کی ناظمہ فرحت دلبر قادری، فریدہ علی، روبینہ خاکی، قمرالنساء علی اور تسنیم افضال سمیت سینکڑوں خواتین نے شرکت کی۔

ورکشاپ سے خطاب کرتے ہوئے انجینئر محمد رفیق نجم نے کہا ہے کہ احتساب کا پہیہ روکنے کیلئے سازشیں عروج پر ہیں۔ اس وقت حکومت نام کے کسی ادارے کا وجود نہیں ہے۔ قوم کی مائیں، بہنیں اور بیٹیاں شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ساتھ کھڑی ہیں، آج بھی قاتل حکمرانوں کی سوچ بدنیتی پر مبنی ہے۔ جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ کا انتظار ہے۔ انہوں نے کہا کہ خواتین کی شمولیت کے بغیر ترقی کا کوئی ہدف حاصل نہیں ہوگا۔ ملک کی آبادی کا نصف سے زائد حصہ خواتین پر مشتمل ہے۔ خواتین ملک کی معاشی ترقی میں انتہائی اہم کردار ادا کرسکتی ہیں مگر اس کیلئے بہترین اور موزوں پالیساں تشکیل دینا ہونگی۔ پالیسیاں بناتے وقت خواتین کی شمولیت کو یقینی بنانا ہوگا کیونکہ اس کے بغیر خواتین کی بہبود اور ترقی کی حامل پالیسیاں تشکیل دینا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ انجینئر رفیق نجم نے کہا کہ خواتین کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا ہوگی کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ تعلیم کے بغیر خواتین کی صلاحیتیں بیکار ہیں، خواتین کو تعلیم کی سہولتیں میسر ہونی چاہئیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ تعلیم کے حصول کی طرف راغب ہوں اور ملکی تعمیر و ترقی میں معاون و مددگار ثابت ہوں۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب جو شہدائے ماڈل ٹاؤن کے قاتل ہیں انکی موجودگی میں کس طرح انصاف کے تقاضے پورے ہونگے۔ احتساب کا دائرہ وسیع ہونا چاہیے اگر چوروں، لٹیروں اور قاتلوں کو چھوڑا گیا تو پاکستان کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ماڈل ٹاؤن کے قاتلوں سے انتقام قصاص کی صورت میں لیں گے۔ قاتل حکمرانوں سے خون کے قطرے قطرے کا حساب لیں گے، اب سانپوں کے سر کچلنے کا وقت آ گیا ہے، چور دروازے سے اقتدار میں آنے والے حکمرانوں کے دن گنے جا چکے ہیں۔ ایک اللہ کی گرفت میں آ چکا ہے دوسرا جلد اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے۔

12 سالہ بچی ماریہ مجید کا 3 ماہ 15 دن میں قرآن حفظ کرنے کا اعزاز

تحریک منہاج القرآن کے رہنماعلامہ قاری عبدالمجید چشتی کی صاحبزادی حافظہ ماریہ مجید نے 3 ماہ 15 دن میں قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی اور دنیائے اسلام میں مختصر ترین مدت میں قرآن پاک کو حفظ کر کے ریکارڈ قائم کرنے والوں کی صف میں اپنا نام نمایاں حیثیت سے درج کروا لیا۔ منہاج القرآن علماء کونسل اور تحریک منہاج القرآن کی طرف سے قاری عبد المجید چشتی اور ان کے دیگر اہل خانہ کو اس سعادت کے حصول پر مبارکباد دی گئی ہے۔

تنظیم نو (جنوبی پنجاب)

زونل ناظمہ جنوبی پنجاب محترمہ میمونہ شفاعت کے 8 روزہ دورہ تنظیم سازی کے سلسلے کی پہلی میٹنگ تحصیل بوریوالہ میں منعقد ہوئی جس میں ورکرز اور رفقاء خواتین نے شرکت کی۔ زونل ناظمہ شمالی پنجاب محترمہ ارشاد اقبال اس اہم وزٹ کے موقع پر ہمراہ تھیں۔ میٹنگ کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک اور نعتِ رسولِ مقبول ﷺ سے کیا گیا۔ محترمہ ارشاد اقبال نے خدمتِ دین کے موضوع پر فکر انگیز گفتگو کی اور محترمہ میمونہ شفاعت نے بعد ازاں خواتین کی تحصیلی تنظیم تشکیل دی۔

تنظیمی وزٹس (سنٹرل پنجاب)

تنظیموں کی زندگی میں مرحلہ وار تربیت انہیں ترقی کے مدارج طے کروانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ مرکز کا تعلق تنظیم سے استاد اور شاگرد، ماں اور اولاد کی طرح کا ہوتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ منہاج القرآن ویمن لیگ جھنگ نے اپنی تحصیلات کی تنظیمِ نو اور تربیت کے لیے مورخہ 17 اکتوبر کو ایک تنظیمی تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا۔ جس میں مرکزی ناظمہ افنان بابر اور زونل ناظمہ عائشہ مبشر نے بطور ٹرینرز شرکت کی اس ورکشاپ میں تحصیل جھنگ، تحصیل اٹھارہ ہزاری، تحصیل شورکوٹ، تحصیل احمد پور سیال اور تحصیل اٹھارہ ہزاری کی تنظیمات نے بھرپور شرکت کی۔ ورکشاپ کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک اور ہدیۂ نعت بحضورِ سرورِ کائنات ﷺ سے کیا گیا۔ بعد ازاں محترمہ عائشہ مبشر نے خدمت دین اور دین مصطفوی کے فروغ کے لیے تنظیم کی اہمیت اور کردار پر روشنی ڈالی۔ محترمہ افنان بابر نے تمام تحصیلات سوائے اٹھارہ ہزاری تمام تحصیلات کی تنظیمِ نو کی۔ اٹھارہ ہزاری تنظیم کو ان کی بہترین ورکنگ کے پیشِ نظر اگلے دو سال کی مدت کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ بعد ازاں مرکزی ناظمہ ویمن لیگ نے ورکنگ کے حوالے سے تربیت کی اور نو منتخب تنظیموں کو اگلے دو ماہ کے ٹارگٹس دیے اور ان ٹارگٹس کے حصول کا طریقہ کار بھی واضح کیا۔

☆☆☆☆☆

انتقالِ پُر ملال

گذشتہ ماہ محترمہ صائمہ عبدالرحمٰن (ناظمہ دعوت و تربیت تحصیل مریدکے) کے والد محترم عبدالرحمٰن قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالٰی مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

منہاج کالج برائے خواتین میں تربیتی نشست سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری خطاب کر رہے ہیں

منہاج القرآن ویمن لیگ کا سنٹرل پنجاب کا تنظیمی دورہ

منہاج القرآن ویمن لیگ کا جنوبی پنجاب کا تنظیمی دورہ

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
NOV-2017
LAHORE
Regd CPL No.45